ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

محدث

لاہور
پاکستان

مُدیر اعلیٰ
حافظ ڈاکٹر عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

382 | جون 2018

4 مقدمہ ختم نبوت میں اسلام آباد ہائیکورٹ کے سوالات ....
35 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ذریعے تجدیدِ عہد کے مواقع
49 وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور کا کیلنڈر 'نظامِ اوقاتِ نماز'
63 سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق اور عالم الغیب ہونے کی حقیقت
68 سیدنا عمر بن عبد العزیز نے کرپشن کا خاتمہ کیسے کیا؟

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

تبلیغ دین کے لیے مجلس التحقیق الاسلامی کی عظیم الشان

ویب سائٹس

فنی معاونت	علمی معاونت	زیرنگرانی	زیرسرپرستی
انجینئر محمد شاکر اعوان	قاری مصطفیٰ راسخ	ڈاکٹر حافظ انس نضر	ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی
انجینئر عمیر حسن راجہ	قاری خضر حیات	ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

محدث
Mohaddis.com

محدث لائبریری
Kitabosunnat.com

محدث فتویٰ
UrduFatwa.com

محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com

محدث فورم
Forum.Mohaddis.com

خصوصیات

- اسلامی کتب، مضامین اور فتاویٰ کے لیے مقبول ترین اور روزانہ اپڈیٹ ہونے والی ویب سائٹس۔
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لیے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ مناسبت کے مطابق خصوصی مضامین
- تمام ویب سائٹس اردو زبان میں
- تمام ویب سائٹس پر تبصرے وجائزے اور تاثرات وشماریات کی سہولت

جاری پروگرام

محدث
Mohaddis.com
احادیث نبویہ کا عظیم ذخیرہ، ترجمہ اور تحقیق وتخریج کی سہولت کے ساتھ

محدث لائبریری
Kitabosunnat.com
- یومیہ 3 کتب کا اضافہ (PDF)
- حالات کی مناسبت سے اہم مضامین

محدث فتویٰ
UrduFatwa.com
- تمام سلفی مطبوعہ فتاویٰ جات کی اپ
(نئے پیش آمدہ مسائل کے فوری جوابات)

محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com
47 سال کے مطبوعہ تمام شمارے
(Unicode / PDF)

محدث فورم
Forum.Mohaddis.com
موضوعات: 34,261 ترسیلات: 279,857
اراکین: 4930

یومیہ 25000 وزیٹر
ہر لمحہ 3000 قارئین

مستقبل کے منصوبے

- محدث یونیکوڈ لائبریری
- محدث بلڈ بنک
- محدث آڈیو، ویڈیو سیکشن
- رسائل وجرائد سیکشن

ماہانہ اخراجات سوا تین لاکھ روپے

زیر اہتمام: مجلس التحقیق الاسلامی J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور

Mobile:+92 322 7222288
anasnazar99@gmail.com

Account: kitabosunnat.com, 0093-01875659, Bank AlFalah, Urdu Bazar, Lahore Swift Code: ALFPKKA093

مِلّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ مُحدِّث لاہور پاکستان

مُدیرِ اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی ﷾

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

جلد 49 | جون 2018ء/ شوال 1439ھ | عدد 02

مجلس مشاورت
▪ حافظ صلاح الدین یوسف ▪ ڈاکٹر محمد حماد لکھوی ▪ ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد
▪ ڈاکٹر حافظ انس مدنی ▪ ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی ▪ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

فہرست مضامین

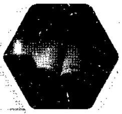
فکر و نظر — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
مقدمہ ختم نبوت میں اسلام آباد ہائیکورٹ کے سوالات کے جوابات 4

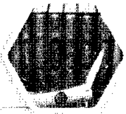
حدیث و سنت — حافظ ابوبکر عتیق
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذریعے تجدیدِ عہد کے مواقع 35

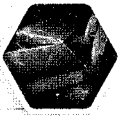
تحقیق و تجزیہ — پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی ﷾
وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور کا کیلنڈر 'نظامِ اوقاتِ نماز' 49

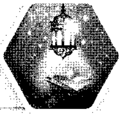
ایمان و اعتقاد — مولانا خاور رشید بٹ
سیدنا عیسیٰ ؑ کے خالق اور عالم الغیب ہونے کی حقیقت 63

خلافت راشدہ — عبد الرشید عراقی
سیدنا عمر بن عبد العزیز نے کرپشن کا خاتمہ کیسے کیا؟ 68

ترسیل
محمد اصغر 0305 4600861

زرسالانہ	300/= روپے
فی شمارہ	60/= روپے

بیرون ملک

زرسالانہ	20/= ڈالر
فی شمارہ	4/= ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No: 984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700
042-35866396, 35866476
Email:
Mohaddislhr@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore.

Islamic Research Council

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے لہٰذا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

مقدمہ ختم نبوت میں اسلام آباد ہائیکورٹ کے سوالات کے جوابات

کیا ریاست قادیانیوں کو مسلمان قرار دے سکتی ہے؟ اور کیا یہ بنیادی حقوق میں مداخلت نہیں؟

گذشتہ شمارے میں مقدمہ ختم نبوت کی تفصیلات، تمہیدی گذارشات اور تین بنیادی حقائق کی مدلل وضاحت کے بعد اب آتے ہیں ان چھ سوالات کی طرف جو فاضل عدالت نے معاونین کے سامنے رکھے:

پہلا سوال: کیا اسلامی ریاست کوئی ایسا قانون وضع کر سکتی ہے جس سے کسی غیر مسلم کو بالواسطہ یا بلاواسطہ بطورِ مسلم تصور اور شناخت کیا جائے؟

۱۹۷۴ء میں پاکستانی ریاست نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ پیش نظر سوال اس کے برعکس ہے کیونکہ 'الیکشن اصلاحات بل' کے تناظر میں یہی مسئلہ قوم کو درپیش رہا۔ سادہ الفاظ میں

"کیا قادیانیوں کو مسلمان قرار دینے کا قانون بنایا جا سکتا ہے؟"

اس سوال کا قانونی / تکنیکی جواب تو یہ ہے کہ پاکستان میں نافذ العمل قانون کے کئی درجے ہیں: دستورِ پاکستان کا بالاتر قانون، ایکٹ وغیرہ کے ذیلی قوانین، عدالتوں کے ذریعے قانون کی تشریحات وغیرہ اور عارضی نوعیت کے صدارتی آرڈیننس۔ حال ہی میں امین وصادق کیس میں سپریم کورٹ نے یہ قرار دیا ہے کہ

"چونکہ دستور میں تبدیلی کل ایوان کی دو تہائی اکثریت سے ہوتی ہے جبکہ قانونی ایکٹ وغیرہ حاضر ارکان کی سادہ اکثریت سے پاس ہوتے ہیں۔ چنانچہ پارٹی سربراہ کے لئے امین وصادق کی شرط ختم کرنے کا ذیلی ایکٹ، دستور کی دفعہ ۶۲ کے منافی ہونے کی بنا پر غیر آئینی ہے۔ ماتحت قانون کے ذریعے آئین کو بائی پاس نہیں کیا جا سکتا۔"[1]

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ثاقب نثار کا کہنا تھا کہ

"پارلیمنٹ آئین سے متصادم قانون نہیں بنا سکتی، پارلیمنٹ کے اوپر بھی ایک چیز ہے وہ آئین ہے۔ کل

---

۱ روزنامہ نوائے وقت: ۲/ مارچ ۲۰۱۸ء

کہا گیا: سپریم کورٹ قانون میں مداخلت نہیں کر سکتی، قانون سازی کے جائزے کا اختیار رکھتی ہے۔''[1]

یہی صورت حال یہاں بھی ہے کہ آئین کا آرٹیکل ۲۶۰ جو مسلم وغیر مسلم کی تعریف کرتا ہے، میں تبدیلی ذیلی قوانین یعنی 'الیکشن اصلاحات بل' وغیرہ کے ذریعے نہیں ہوسکتی۔ اور اس دستوری بنیاد کو تبدیل کرنے کے لئے کل ایوان کی دو تہائی اکثریت درکار ہے۔

جہاں تک فاضل عدالت کے فیصلے کا تعلق ہے تو یہ عدالت بھی اپنے فیصلوں میں دستور کی پابند ہے۔

نیز 'امتناع قادیانیت کے قانون ۱۹۸۴ء' کی بھی پابند ہے جس کے تحت قادیانیوں کے لئے اسلامی شعائر کا استعمال اور اسلام کے نام پر اپنے قادیانی مذہب کی تبلیغ قابل سزا جرم ہے جیسا کہ پیچھے اس کا متن گزر چکا ہے۔

نیز اسلام آباد ہائیکورٹ، سپریم کورٹ اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کی بھی پابند ہے جیسا کہ پیچھے 'دستور پاکستان اور اسلام' کے نکتہ نمبر ۱۲ (آرٹیکل ۲۰۳) میں اس پابندی کو واضح کر دیا گیا ہے۔

کیا کوئی جج کسی مجرم کی سزا یا حیثیت کو قانون سے ماورا ختم کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ پاکستانی جج پاکستانی قانون کا پابند ہے اور اس کا قانون سے ماوراہر اقدام ناقابل اعتبار ہے۔

اس سوال کا شریعت کی روشنی میں جواب یہ ہے کہ

دستورِ پاکستان کا پہلا جملہ حاکمیتِ الٰہیہ یعنی ''اقتدار اعلیٰ اللہ کے لئے ہے۔'' کی اساس کو واضح کرتا ہے جس کا مطلب قرآن وسنت کی حاکمیت ہے اور اسلام میں حاکم کی اطاعت حاکمیتِ الٰہیہ سے مشروط ہے، سو مسلم حکام (ریاست[2]) بھی شرعی اُصولوں کے پابند ہیں اور ان سب نے اپنے حلف نامے میں اس کا عہد کیا ہے۔ ان کے اقدامات واختیارات کا میزان شرع اسلامی ہے اور ہمارا دستور بھی قرآن وسنت کو اپنے سے بالاتر قرار دینے کا تصور پیش کرتا ہے۔ پاکستانی حکام کا فرض ہے کہ معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو جاری وساری کریں، جیسا کہ تمہیدی عنوان نمبر ایک میں ریاست کا فریضہ بیان کر دیا گیا ہے۔ اگر حکام کا کوئی اقدام اس دائرۂ اختیار میں آتا ہے جو قرآن وسنت نے اُنہیں دیا ہے تو وہی اقدام درست ہوگا، وگرنہ وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کی بنا پر شرعاً ناقابل قبول ہوگا اور قانوناً اس کا محاسبہ اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت میں کیا جائے گا۔

---

۱ روزنامہ نوائے وقت: ۲۰ر فروری ۲۰۱۸ء

۲ ریاست کی تعریف: ''آرٹیکل نمبر ۷: ریاست سے وفاقی حکومت (مجلس شوریٰ ر پارلیمنٹ) کوئی صوبائی حکومت، کوئی صوبائی اسمبلی، اور پاکستان میں ایسی مقامی ہیئت ہائے مجاز مراد ہیں جو از روئے قانون کوئی محصول یا چونگی عائد کرنے کا اختیار ہو۔'' یعنی پاکستانی ریاست میں سارے قومی وصوبائی ارکان اسمبلی، اور ٹیکس نافذ کرسکنے والے سرکاری ادارے واہل کار شامل ہیں۔''

جہاں تک خلافِ شرع امر کو حکومت کی طاقت سے جاری کر دینے کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ اپنے فرائض میں کوتاہی بلکہ اللہ کی دی ہوئی منصبی امانت میں سراسر خیانت ہے جس کی آخرت میں سنگین سزا ہے، سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ فرمان نبوی ﷺ مروی ہے:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.»[1]

''کوئی ایسا بندہ جسے اللہ رعایا پر نگران بناتا ہے اور مرنے کے دن وہ اس حالت میں مرتا ہے کہ اپنی رعیت سے دھوکا کرنے والا ہے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔''

بطورِ مثال اسلامی ریاست نبی کریم ﷺ کی نبوت کو منسوخ یا غیر ضروری قرار دے دے یا نماز کو منسوخ قرار دے دے تو اس قانون کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔ ریاست / حکومت کا یہ اختیار خلافِ اسلام اُمور میں غیر معتبر ہے اور اس پر واضح فرامین نبویہ موجود ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عمر سے مروی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ»[2]

''جب تک معصیت کا حکم نہ دیا جائے مسلمان پر سمع وطاعت لازم ہے خواہ وہ پسند کرے یا ناپسند کرے اور اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ اس کے لیے سننا ضروری ہے اور نہ اطاعت کرنا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فإذا أمروا بمعصية الله فَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ فَإِنْ تَنَازَعُوا فِي شَيْءٍ رَدُّوهُ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ ﷺ، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ وُلَاةُ الْأَمْرِ ذَلِكَ، أُطِيعُوا فِيمَا يأمرون به من طاعة الله ورسوله، لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَرَسُولِهِ، وَأُدِّيَتْ حقوقهم إليهم كما أمر الله ورسوله[3]

''جب حکام اللہ کی معصیت میں کوئی حکم دیں، تو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔ اگر

---

۱ صحیح مسلم: كِتَابُ الْإِيمَانِ (بَابُ اسْتِحْقَاقِ الْوَالِي الْغَاشِّ لِرَعِيَّتِهِ النَّارَ)، رقم ۱۴۱، صحیح بخاری: ۷۱۵۱

۲ جامع الترمذي: أَبْوَابُ الْجِهَادِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (بَابُ مَا جَاءَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)، ۱۷۰۷

۳ السیاسۃ الشرعیۃ از ابن تیمیہ: ص ۶

حکام ورعایا میں اس پر تنازعہ ہو جائے تو دونوں کو قرآن وسنت پر لوٹایا جائے۔ اگر حکام ایسا نہ کریں تو ان کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں بجالائی جائے گی کیونکہ یہ دراصل اللہ اور اس کے رسول کی ہی اطاعت ہے۔ اور ان حکام کے حقوق ویسے ہی دیے جائیں گے جیسے اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا۔"

ماضی میں بھی ائمہ کرام: امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے جب اُموی اور عباسی خلفا کے ناجائز شرعی اقدامات کو قبول نہیں کیا تھا اور ملتِ اسلامیہ نے ان ائمہ کو ہی حق پر سمجھا تو حتمی طور پر ثابت ہوا کہ حکام کا شریعت کے بارے میں ناجائز فیصلہ کوئی شرعی یا قانونی وزن / اعتبار نہیں رکھتا۔

عین اسی طرح اگر پاکستانی ریاست قادیانیوں کو مسلم قرار دے دے یا اُنہیں مسلمانوں والے حقوق عطا کرے تو خلافِ شریعت ہونے کی بنا پر اس کا کوئی شرعی اعتبار نہیں ہو گا، اور قانونی طور پر اگر پاکستانی سٹیٹ ایسا کام کرتی ہے تو یہ اپنے فریضہ اور حلف سے انحراف ہو گا، اور وفاقی شرعی عدالت میں اس کو چیلنج کر کے ختم کیا جائے گا، اور ذاتی غرض یا مفادات ثابت ہو جانے پر عدالت اس کی سنگین سزا بھی عائد کر سکتی ہے۔

جب قادیانی اُمت مسلمہ کے اجماع کی بنا پر کافر ہیں، اور پاکستانی دستور بھی اسی کو ثابت کرتا ہے، تو پھر ایک خلافِ حقیقت بات کو ریاست کی طاقت پر قائم کرنا ایسے ہی ہے جیسے مرد کو عورت یا سیاہ کو سفید قرار دے دینا۔

ریاست کب کسی قادیانی کو مسلمان قرار دے سکتی ہے؟

ریاست ایسا اس وقت کر سکتی ہے جب قادیانی اپنی جھوٹی نبوت سے انکار کر دیں، توبہ کر کے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں، اور اس اصلاح پر علمائے کرام کی شہادت قائم ہو جائے اور علما اپنے ماضی کے اتفاق کی طرح یہ متفقہ فتویٰ دیں کہ قادیانی اپنے طرزِ عمل سے تائب ہو چکے ہیں، تب ریاست کے لئے اپنے موقف میں تبدیلی کا کوئی امکان ہو گا۔ اور اگر یہ سب کچھ ہو جائے تو بظاہر قادیانیوں کو مسلمان قرار دینے کی ضرورت بھی ختم ہو جائے گی، کیونکہ اس وقت انہیں قادیانیت کا نام رکھنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔

قرآنِ کریم نے ارتداد اور توبہ کے اُصول بیان کئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾﴾ (البقرۃ:۱۶۰)

"البتہ جن لوگوں نے توبہ کر لی اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لی اور کھلم کھلا وضاحت کر دی تو میں ایسے ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہر ایک کی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں۔"

اس کی تفسیر میں مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"صرف توبہ کرنا ہی کافی نہیں، بلکہ ان کے اس کتمانِ حق سے جو بگاڑ پیدا ہوا تھا، اس کی انہیں اصلاح بھی کرنا ہوگی۔ پھر اپنی غلطی کا لوگوں کے سامنے برملا اعتراف بھی کریں تو صرف ایسے لوگوں کی اللہ توبہ قبول کرے گا ورنہ نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مصنف احکامِ الٰہی کی غلط تاویل کر کے اپنے ملحدانہ خیالات پر مشتمل ایک کتاب شائع کر دیتا ہے، بعد میں توبہ کر لیتا ہے۔ لیکن اس کے جو ملحدانہ خیالات عوام میں پھیل چکے۔ جب تک وہ ان کی تردید میں اپنی دوسری کتاب لکھ کر اس پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح نہ کرے گا۔ اس کی توبہ قبول ہونے کی توقع نہ ہوگی اور یہی بَيَّنُوْا کا مفہوم ہے۔"

معلوم ہوا کہ قادیانیت سے اسلام پر واپس لوٹ آنے اور توبہ کا صرف دعویٰ کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے مطابق اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کرنا اور اس کو لوگوں میں مشتہر کرنا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ کسی شخص کے اسلام یا غیر اسلام کا علم صرف اس کی زبانی دعوے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے اعمال واقدامات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان باتوں کا علم اس کے اہل محلہ، اہل مسجد، عزیز واقارب، پیشہ وارانہ ساتھیوں (پروفیشنل فیلوز) کی گواہی کی بنا پر ہوتا ہے[1]۔ چنانچہ ضروری ہے کہ جس طرح فوج میں بھرتی کے لئے کسی فرد کی باقاعدہ تحقیق وتفتیش کی جاتی ہے، اسی طرح اہم ذمہ داریوں پر مامور افراد کا بھی عوامی جائزہ ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں متعلقہ محلہ کی مسجد کے امام، علاقہ کے تھانے اور سپیشل برانچ کے اہل کاروں، اس کی سابقہ مصروفیات اور ساتھیوں کے بیانات اور حکومت میں میسر تفصیلات سے بھی مدد لینی چاہیے۔ حساس ذمہ داریوں کے لئے صرف کرپشن کے جائزے پر اکتفا کیا جاتا ہے جبکہ اس میں نظریاتی کرپشن خاص طور پر قادیانیوں کی دھوکہ دہی کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔

دوسرا سوال: کیا اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو اس امر کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بطور مسلم ظاہر / پیش کریں؟

یہ سوال سادہ الفاظ میں یوں ہے کہ کیا مسلم معاشرے / ریاست میں غیر مسلم لوگ مسلمانوں جیسا تشخص، نام، علامتیں، لباس، عادات، بول چال، رہن سہن، اختیار کر سکتے ہیں؟ یا ان کے تشخص اور شناخت کو مسلمانوں سے ممتاز کرنا ضروری ہے۔

---

1 اگر کوئی قادیانی واقعتاً اسلام پر لوٹ آنے اور مرزائی عقائد سے توبہ کرلے، اس کو دعوائے نبوت کی بنا پر کافر جانے تو لاہور کی بادشاہی مسجد میں موجود دفتر جملہ اعتقادی اور معاشرتی لوازمات پورے کرنے کے بعد اس کا باقاعدہ تصدیق نامہ جاری کرتا ہے۔

جس طرح وطنیت کی بنا پر قائم ۱۸۰ سے زائد ممالک میں بسنے والی دنیا کی ہر قوم، اپنی قومی شناخت، مستقل پرچم، پاسپورٹ، شناختی کارڈ، مستقل کرنسی، قومی رنگ، قومی کھیل، قومی پھول، قومی ترانہ، قومی شارع اور قومی زبان رکھتی ہے، اسی طرح اس کائنات کے خالق نے پوری انسانیت کو دو گروپوں میں تقسیم کیا ہے: حزب اللہ اور حزب الشیطان اور اس کی بھی علامتیں اور شعائر قائم کردی ہیں۔ اسلام نے اپنے مستقل شعائر قائم کئے ہیں اور عیسائیوں کے ناقوس، نرسنگھا، گرجا، یہودیوں کے تہواروں کی بجائے اذان، مسجد، عیدین اور روزے وغیرہ متعارف کرائے ہیں۔

جس طرح ہر قوم اپنی کرنسی دوسروں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتی اور دنیا کا ہر قانون اس کا تحفظ کرتا ہے، اسی طرح اسلامی شعائر وعلامات کو بھی غیر مسلم استعمال نہیں کرسکتے۔ یہ مسئلہ کسی کی تحقیر وعداوت کا نہیں بلکہ اس مسلّمہ عالمی اخلاقی بنیاد پر قائم ہے کہ ہر شخص جو ہے، اس کو ویسے ہی ظاہر کرنا چاہئے، اپنی شناخت پر مطمئن ہونا چاہیے اور دوسروں کو مغالطہ دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

قادیانیت ایک مستقل گمراہ مذہب ہے۔ ان کا اسلام، یہودیت اور عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوچکا ہے۔ ان کی گمراہی کا فیصلہ روزِ محشر میں اسی طرح ہی ہوگا جیسے کسی یہودی، عیسائی یا ہندو کا۔ اگر وہ اسلام کا دعویٰ سرے سے نہ کریں اور اسلامی شعائر وعلامات کو ترک کردیں تو ان کے پیدائشی بچے کافر اور اپنے ظاہری احکام کے لحاظ سے کفار کے تابع ہوں گے اور ان پر قبولِ اسلام کا کوئی جبر کرنا درست نہیں ہوگا۔ تاہم کسی ایک مذہب کا حامل ہونا اور دوسرے مذہب میں مداخلت کرنا، دو علیحدہ باتیں ہیں۔ قادیانیوں کو اپنا گمراہ مذہب اختیار کرنے پر کوئی پابندی نہیں لیکن جب وہ اس گمراہی پر شرحِ صدر سے مطمئن ہیں تو اُنہیں دعویٰ اور شناخت بھی اپنے مذہب کی ہی اختیار کرنی چاہیے۔

دھوکہ دہی ہر قوم وسماج میں ناجائز ہے، اور پاکستان کے مجموعہ تعزیرات میں دفعہ ۴۱۶ اور اس کے مابعد اس کی نوعیت کے مطابق سزائیں بھی مقرر کی گئی ہیں۔ جب پاکستان کا دستور مذہبی شناخت کا تعین کرتا ہے اور دستور کی صورت میں غیر مسلموں نے ایک معاہدہ عمرانی کررکھا ہے تو اس کی پاسداری کرنا بھی ضروری ہے جس میں آرٹیکل نمبر ۵ کے تحت "ریاست سے وفاداری بھی شامل ہے۔" اور نمبر ۶ کے تحت "کوئی شخص جو دستور کو معطل کرنے میں مدد دے تو وہ سنگین غداری کا مرتکب ہے۔" اور جب یہ دھوکہ دہی مذہبی شناخت کے حوالے سے ہو تو اس کے نتائج واثرات بہت سنگین ہوجاتے ہیں۔

شناخت اور تشخص کی پابندی کو تحقیر اور ذلت سے جوڑنا درست نہیں، اسلام نے غیر حربی کفار کی عیادت، ان کے جنازوں کے احترام میں کھڑے ہونا، ان سے نرمی سے پیش آنا، ان کی تالیفِ قلب کرنے اور ان سے

نیک برتاؤ[1]، اور عدل وانصاف کے عظیم احکام دیے ہیں، لیکن شناخت کا تعلق تحقیر کی بجائے غلط فہمی کو دور کرنا اور ان شرعی احکام کی پاسداری ہے جو شناخت کے بغیر پورے نہیں ہوسکتے۔ جیسے غیر مسلم سے سلام میں پہل کرنے سے روکا گیا کیونکہ وہ بدنیتی برت سکتے ہیں، اس لئے عام معاشرے میں یہ شناخت واضح ہونی چاہیے کہ کون مسلمان ہے اور کون غیر مسلم؟

شعار اور علامت کسے کہتے ہیں اور اس باب میں شریعت کا تقاضا کیا ہے؟

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ ﴾ (المائدة:۱)

"اے ایمان والو! اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو، نہ حرمت والے مہینہ کی، نہ قربانی کی اور نہ پٹے والے جانوروں کی۔"

مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس میں شعائر جس کا ترجمہ نشانیوں سے کیا گیا ہے۔ یہ شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں علامت، اسی لئے شعائر اور شعیرہ اس محسوس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی علامت ہو۔ شعائر اسلام ان اعمال وافعال کو کہا جائے گا جو عرفاً مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں اور محسوس ومشاہد ہیں جیسے نماز، اذان، حج، ختنہ اور سنت کے موافق داڑھی وغیرہ۔ شعائر اللہ کی تفسیر اس آیت میں مختلف الفاظ سے منقول ہے مگر صاف بات وہ ہے جو بحر محیط اور روح المعانی میں حضرت حسن بصری اور عطاء رحمہم اللہ سے منقول ہے اور امام جصاص نے اس کو تمام اقوال کے لئے جامع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ "شعائر اللہ سے مراد تمام شرائع اور دین کے مقرر کردہ واجبات وفرائض اور ان کی حدود ہیں۔"

عربی لغت المعجم الوسیط میں ہے:

جمع شَعِيرَة، مَظَاهِرُ العِبَادَةِ وَتَقَالِيدُهَا وَمُمَارَسَتُهَا[2]

"یہ شعیرہ کی جمع ہے۔ جس سے مراد عبادات کی ظاہری صورتیں، رسوم اور روزمرہ عبادات ہیں۔"

مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں شعائر کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"شعائر شعیرہ کی جمع ہے یعنی امتیازی علامت۔ ہر مذہب اور ہر نظام کی امتیازی علامات کو شعائر کہا

---

۱ صحیح بخاری: احادیث نمبر ز ۱۳۱۲، ۱۳۵۶، ۶۰۲۴

۲ قاموس المعجم الوسیط، زیر مادہ شعائر

جاتا ہے۔ مثلاً اذان، نماز باجماعت اور مساجد مسلمانوں کے۔ گرجا اور صلیب عیسائیوں کے۔ تلک، زنار، چوٹی اور مندر ہندوؤں کے۔ کیس، کڑا اور کرپان سکھوں کے۔ ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کے اور سرکاری جھنڈے، قومی ترانے، فوج اور پولیس کے یونیفارم وغیرہ حکومتوں کے امتیازی نشان ہوتے ہیں۔ جن کا احترام ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بھی کئی شعائر ہیں۔"[1]

وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا کہ

"شعائر کا مفہوم یہ ہے کہ امت کی ایسی خصوصیات یا امتیازی نشانات جن سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر کوئی اسلامی ریاست برسر اقتدار ہونے کے باوجود غیر مسلموں کو ایسے شعائر اسلام اختیار کرنے کی اجازت دیتی ہے جن سے امت مسلمہ کی امتیازی حیثیت متاثر ہوتی ہے تو یہ اس ریاست کی غفلت اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکامی شمار ہوگی۔ ریاست کے اختیارات میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایسے غیر مسلموں کو سزا دے جو شعائر اسلام کو اختیار کرنے سے باز نہیں آتے۔"[2]

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ہر طرح سے منع کر دیا، کہ مسلمان نہ تو کسی دوسری قوم کا مذہبی یا سماجی شعار استعمال کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا مذہب مسلمانوں کے شعائر استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ اسلامی ریاست کو چاہیے کہ وہ ہر دو سمت نگرانی کرے اور مسلمان وغیر مسلم دونوں کو ایک دوسرے کی مشابہت سے روکے۔ یہ اسلامی تاریخ کی مسلّمہ روایت رہی ہے، جو خلافتِ راشدہ سے خلافتِ عثمانیہ تک بلاانقطاع مسلم معاشروں میں جاری وساری رہی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہم اللہ کے فتاویٰ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے دور میں غیر مسلموں کی شناخت کا یہی مسئلہ پیش آیا۔ یہ پورا واقعہ ان کے شاگرد حافظ ابن قیم جوزیہ نے بیان کیا اور اس کے بعض حصے فتاویٰ ابن تیمیہ میں بھی مذکور ہیں۔ ابن قیم بتاتے ہیں کہ جب حاکم وقت نے غیر مسلموں کو عمامے بدلنے اور مسلمانوں سے مختلف رنگ پہننے کا حکم دیا تو اس سے غیر مسلموں پر قیامت ٹوٹ پڑی کہ معاشرے میں ان کا تشخص نمایاں ہونے لگا۔ تب شیطان نے اُنہیں یہ تدبیر سجھائی کہ ایک فتویٰ کی صورت میں یہ مسئلہ اہل علم سے پوچھ کر اس تشخص وامتیاز کا خاتمہ کیا جائے۔[3]

---

۱ تفسیر تیسیر القرآن: زیر آیت سورۃ المائدۃ: ۲

۲ فیصلہ شرعی عدالت ۱۹۸۴ء: پی ایل ڈی ۱۹۸۵ء، فیصلہ نمبر ۸

۳ إعلام الموقعین از حافظ ابن قیم ۱۹۳/۴

فتویٰ کی عبارت فتاویٰ ابن تیمیہ میں یوں ہے:

مَا تَقُولُ السَّادَةُ الْعُلَمَاءُ: فِي قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ أُلْزِمُوا بِلِبَاسٍ غَيْرِ لِبَاسِهِمْ الْمُعْتَادِ وَزِيٍّ غَيْرِ زِيِّهِمْ الْمَأْلُوفِ وَذَلِكَ أَنَّ السُّلْطَانَ أَلْزَمَهُمْ بِتَغْيِيرِ عَمَائِمِهِمْ وَأَنْ تَكُونَ خِلَافَ عَمَائِمِ الْمُسْلِمِينَ فَحَصَلَ بِذَلِكَ ضَرَرٌ عَظِيمٌ فِي الطُّرُقَاتِ وَالْفَلَوَاتِ وَتَجَرَّأَ عَلَيْهِمْ بِسَبَبِهِ السُّفَهَاءُ وَالرَّعَاعُ وَآذَوْهُمْ غَايَةَ الْأَذَى وَطَمِعَ بِذَلِكَ فِي إهَانَتِهِمْ وَالتَّعَدِّي عَلَيْهِمْ. فَهَلْ يَسُوغُ لِلْإِمَامِ رَدُّهُمْ إلَى زِيِّهِمْ الْأَوَّلِ وَإِعَادَتُهُمْ إلَى مَا كَانُوا عَلَيْهِ مَعَ حُصُولِ التَّمْيِيزِ بِعَلَامَةٍ يُعْرَفُونَ بِهَا؟ وَهَلْ ذَلِكَ مُخَالِفٌ لِلشَّرْعِ أَمْ لَا؟ [1]

”حضرات علماء ومفتیان کیا فرماتے ہیں کہ حاکم وقت نے غیر مسلموں کو ان کے روزمرہ لباس اور مروجہ اطوار کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ کہ حاکم نے ان کو اپنے عمامے بدلنے اور مسلمانوں کے عماموں سے مختلف کرنے کا پابند کیا ہے۔ اس سے راستوں اور بیابانوں کے سفر میں بہت سی مشکلات رونما ہوگئی ہیں۔ اور اس کے سبب کم عقل اور رذیل لوگ نے غیر مسلموں کو بے پناہ تکلیف دینا اور ذلیل کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ حاکم انہیں پہلی عادات واطوار پر پلٹنے کی اجازت دے دے اور اس کی کوئی ایسی علامت رکھ دے جس سے ان کی پہچان ہو جائے۔ اور کیا ایسا کرنا مخالفِ شرع ہے یا نہیں؟“ حافظ ابن قیم پھر بتاتے ہیں کہ

فَأَجَابَهُمْ مَنْ مَنَعَ التَّوْفِيقَ وَصُدَّ عَنْ الطَّرِيقِ بِجَوَازِ ذَلِكَ وَأَنَّ لِلْإِمَامِ إعَادَتَهُمْ إلَى مَا كَانُوا عَلَيْهِ. قَالَ شَيْخُنَا: فَجَاءَتْنِي الْفَتْوَى. فَقُلْت: لَا تَجُوزُ إعَادَتُهُمْ وَيَجِبُ إبْقَاؤُهُمْ عَلَى الزِّيِّ الَّذِي يَتَمَيَّزُونَ بِهِ عَنْ الْمُسْلِمِينَ. فَذَهَبُوا ثُمَّ غَيَّرُوا الْفُتْيَا ثُمَّ جَاءُوا بِهَا فِي قَالَبٍ آخَرَ فَقُلْت: لَا تَجُوزُ إعَادَتُهُمْ. فَذَهَبُوا ثُمَّ أَتَوْا بِهَا فِي قَالَبٍ آخَرَ فَقُلْت: هِيَ الْمَسْأَلَةُ الْمُعَيَّنَةُ وَإِنْ خَرَجَتْ فِي عِدَّةِ قَوَالِبَ. قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ: ثُمَّ ذَهَبَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ إلَى السُّلْطَانِ وَتَكَلَّمَ عِنْدَهُ بِكَلَامٍ عَجِبَ مِنْهُ الْحَاضِرُونَ فَأَطْبَقَ الْقَوْمُ عَلَى إبْقَائِهِمْ. وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. [2]

”بعض علمانے اللہ تعالیٰ کی توفیق نہ ملنے (بھٹکے لوگ) اور صراط مستقیم سے ہٹ جانے کی بنا پر اس کو جائز

---

1 مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸/ ۶۵۸

۲ ایضاً

قرار دے دیا کہ حاکم انہیں سابقہ (مشترکہ) عادات واطوار پر پلٹنے کی اجازت دے دے۔ تو میرے استاد (ابن تیمیہ) کے پاس جب بعض علما کا یہ فتویٰ پہنچا تو آپ نے جواب دیا کہ ان کو مشترکہ عادات پر لوٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور انہیں ایسے اطوار کو ہی اپنانا ہوگا جس سے وہ مسلمانوں سے جدا نظر آئیں، غیر مسلم چلے گئے، پھر فتویٰ کی عبارت بدل کرلائے تو میں نے پھر کہا کہ ہرگز جائز نہیں۔ پھر وہ سوال کی تیسری شکل بنا کر لائے، میں نے کہا: مسئلہ بالکل وہی / متعین ہے، اگرچہ اس کے متعدد قالب بنالئے جائیں۔ پھر ابن قیم کہتے ہیں: کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حاکم کے پاس چلے گئے اور اس کو ایسے دلائل اور نصیحتیں کیں کہ سب درباری / حاضرین ششدر رہو کر رہ گئے۔ چنانچہ حاکم نے غیر مسلموں کو ان امتیازی عادات پر باقی رکھا، الحمد للہ والمنہ۔"

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ "بہت سے مفتیان سوال کی ظاہری تبدیلی سے نفس مسئلہ میں الجھ جاتے ہیں، اور بہت سے کسی دنیوی مفاد میں بہہ جاتے ہیں، مگر جن کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے [1]۔" لیکن مسئلہ کی اصل صورت کو پہچاننا اور اس کو دلائل وبراہین سے واضح کردینا، اور اس کے لئے حاکم کے دربار میں جاکر جدوجہد کرنا اور شریعتِ الٰہیہ کو نافذ کروانا اللہ تعالیٰ کی اپنے بعض بندوں پر خاص رحمت ہے۔ اس واقعہ سے واضح ہوا کہ

غیر مسلموں کی سماجی علامتوں اور تشخص میں فرق کرنا شریعتِ مطہرہ کا حکم ہے۔

تمام مذاہب وادیان کے مابین تشخص اور امتیاز کو قائم کروانا حاکم وقت کا فریضہ ہے۔

مذہبی تشخص کے امتیاز پر خلافتِ راشدہ سے گذشتہ تیرھویں صدی ہجری تک متواتر عمل ہوتا رہا۔

علماء کو حاکم وقت کو قرآن وسنت پر مبنی مسئلہ بتانے کی ہر ممکنہ جدوجہد کرنی چاہیے۔

یہ فتویٰ اور مذکورہ بالا شرعی بنیاد تو جملہ مذاہب کے مابین شعائر کے امتیاز کا تقاضا کرتی ہے۔ جبکہ قادیانیت کے ساتھ شعائر کا امتیاز اس سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ ہندومت، عیسائیت یا یہودیت اسلام کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ نہیں کرتے، اپنا جھوٹا مذہب قبول نہ کرنے پر مسلمانوں پر دشنام طرازی نہیں کرتے، جبکہ قادیانیت تو اسلام میں تحریف کرکے، اساسیاتِ دین میں ... اور اسلام کی سب سے بڑی اساس نبوتِ محمدی ﷺ ہے ... طعنہ زنی کرتے اور لوگوں کو اپنے مسلمان ہونے کا جھانسا دے کر ان کو متاعِ ایمان سے محروم کرتے ہیں۔ اس لئے عیسائیت ویہودیت ایسے دیگر مذاہب سے قطع نظر قادیانیت کا معاملہ دھوکہ، فریب اور مغالطہ آرائی کا ہے۔ چنانچہ پاکستان جیسے ملک میں، جہاں قادیانیت کے اس زہر آلود پودے کی نشوونما

1 اعلام الموقعین از حافظ ابن قیم: ۱/ ۱۴۴

ہوئی ہے، انتہائی ضروری ہے کہ ان کے لئے اسلامی شعائر، اسلام اور محمد ﷺ کا نام نامی، مساجد اور اذان کا استعمال سراسر ممنوع قرار دیا جائے تاکہ عوام مسلمان کے دین وایمان کی حفاظت ہوسکے۔

اور اس کی دلیل قرآن کریم میں مذکور مسجدِ ضرار کا واقعہ بھی ہے کہ جب منافقین نے اسلام کے پردے میں دھوکہ دہی اور منافرت کو فروغ دینے کے لئے اپنا ایک مرکز بنانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی ﷺ کو فوری طور پر اس مرکز کے خاتمے کا حکم دیا اور ان کو مسجد کے اسلامی شعار کو استعمال کرنے سے حکومتی طاقت استعمال کرکے روک دیا گیا، چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝﴾ (التوبۃ:۱۰۷،۱۰۸)

"کچھ اور لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی اس لیے کہ وہ (دعوتِ اسلام کو) نقصان پہنچائیں، کفر پھیلائیں، مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور یہ مسجد ایسے لوگوں کو کمین گاہ کا کام دے جو اس سے پیشتر اللہ اور اس کے رسول سے برسرپیکار رہے ہیں۔ اور وہ قسمیں یہ کھاتے ہیں کہ 'ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کچھ نہیں' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً یہ جھوٹے لوگ ہیں۔

(اے نبی)! آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہونا۔ وہ مسجد جس کی پہلے دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی، زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں اپنی تفسیر 'تیسیر القرآن' لکھتے ہیں:

"عبد اللہ بن اُبی منافق نے اپنے مذہب کے واسطہ سے قیصر روم کو مسلمانوں پر چڑھالانے کا منصوبہ تیار کیا۔ مدینہ کے منافقین ایسے تمام کاموں میں اس کے ہمراز اور معاون تھے۔ جب وہ اس غرض کے لیے روم کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس نے منافقوں سے کہا کہ فوراً ایک مسجد تیار کرو جہاں ہم لوگ جمع ہو کر صلاح ومشورہ کرسکیں اور میں یا میرا کوئی قاصد آئے تو وہ وہاں اطمینان سے قیام کرسکے اور ایسی ناپاک سازشیں چونکہ مذہبی تقدس کے پردہ میں ہی چھپ سکتی تھیں۔

مسجد ضرار کا انہدام: تبوک کے واپسی کے سفر میں جب آپ مدینہ کے قریب ذی اوان کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجد ضرار کی تعمیر کی غرض وغایت اور منافقوں کی ناپاک سازشوں سے

مطلع کر دیا اور حکم دیا کہ آپ کو ہر گز اس مسجد میں افتتاح کے لیے نماز نہ پڑھانا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے وہیں سے دو صحابہ مالک بن خشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ فوراً جا کر اس مسجد کو آگ لگا دیں۔ انہوں نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اس مسجد کو پیوند خاک کر دیا گیا۔"

اس جواب کی مزید تفصیل کہ "غیر مسلم، مسلمانوں کی علامات استعمال نہیں کر سکتے۔" راقم کے بیان کا اہم ترین حصہ تھا جس کو ردّ قادیانیت کی تحریک میں پہلی بار پیش کیا گیا، کیونکہ اس کا تعلق علمائے کرام کے فتاوی کی بجائے اجماعِ صحابہ سے تھا، جو مسلم اُمّہ پر پابندی کو قائم کرتی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں مسلمانوں کا غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، جس کے بہت سے دلائل ہیں، اسی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی ناجائز ہے کہ وہ مسلمانوں کی مشابہت اختیار کریں، اور اس کی تفصیل 'شروطِ عمریہ' میں ہے کہ مسلم معاشرے میں حاکم اُنہیں مسلمانوں کی مشابہت سے روکنے کا پابند ہے۔ موضوع کی مستقل اہمیت کے پیش نظر اس سوال کے جواب کو مستقل مضمون کے طور پر آئندہ پیش کیا جائے گا جس میں خلافتِ راشدہ سے لے کر موجودہ زمانے تک اس کی تفصیل، احادیث، فقہا کے اقوال، حکمتیں اور تاریخی آثار پیش کئے جائیں گے۔

<u>چھٹا سوال:</u> کیا کسی شہری کے مذہب یا مذہبی عقائد کے بارے معلوم کرنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے ضمن میں آتا ہے؟

<u>بنیادی حق اور مذہبی تشخص دو جداگانہ چیزیں ہیں!</u>

① پاکستانی دستور ہی تو ریاست کے اسلامی ہونے کا تعین کرتا ہے۔ پھر یہی دستور رعایا کے مسلم اور غیر مسلم ہونے کا فیصلہ کیوں نہیں کر سکتا۔ اسی بنا پر دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ میں مسلم کی تعریف کی گئی ہے۔

② پاکستانی آئین میں باب اوّل: انسانی حقوق (آرٹیکل نمبر ۸ تا ۲۸) کے تحت بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے، اور اسی آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰ میں مسلم و غیر مسلم کی تعریف بھی کر دی گئی ہے۔ یہی پاکستانی دستور بنیادی حقوق کے تحفظ کے ساتھ مذہبی شناخت کو بھی تحفظ دیتا ہے، <u>ایک دستوری تحفظ قبول کرنا اور دوسرا دستوری تعین چھوڑ دینا ناانصافی ہے</u>۔ یہ بھی علم ہوا کہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے متضاد نہیں، بلکہ دراصل شناخت کے بعد ہی حقوق کا تعین اور تحفظ ممکن ہے۔ اس کی مثال میثاقِ مدینہ بھی ہے کہ یہود اور مسلم کے تشخص کے بعد، ان کے حقوق و فرائض اور معاہدے کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اسی طرح مدینہ تشریف آوری کے کچھ عرصہ بعد ہی نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی، تاکہ ان کا تشخص متعین ہونے اور تعداد معلوم ہونے کے بعد ان کے حقوق و فرائض کی طرف

توجہ دی جاسکے۔ گویا مذہبی تشخص، اوّل تو تحقیر وامتیاز کا موجب نہیں، بلکہ ہر ایک کے جداگانہ حقوق ہونے کی بناپر، پہلے تشخص وشناخت کا تعین کیا جاتا ہے، پھر ان کے طے شدہ حقوق دیے جاتے ہیں۔

③ پاکستانی دستور مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تعین اس لئے کرتا ہے کیونکہ پاکستان میں دونوں کے حقوق وفرائض کا تحفظ اس کے بغیر ممکن نہیں اور اسی مقصد کے لئے دونوں کا کوٹہ مختص کیا گیا ہے۔ پاکستان میں بہت سے حقوق وفرائض میں مسلمان اور غیر مسلم کے حقوق وفرائض میں فرق ہے، جیسا کہ

a. پاکستان کا صدر اور وزیر اعظم غیر مسلم نہیں بن سکتا۔

b. دستور کے آرٹیکل ۱۰۶ کے تحت صوبائی اسمبلی کی نشستوں میں غیر مسلموں کا مستقل کوٹہ رکھا گیا ہے جیسا کہ پنجاب میں مسلمانوں کی ۳۷۱ نشستوں کے ساتھ غیر مسلموں کے لئے بھی ۸ نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ سندھ ۱۶۸/۹ اور بلوچستان ۱۲۴/۳ وغیرہ۔

c. اسی طرح شراب کی خرید واستعمال میں مسلم وغیر مسلم کے قوانین میں اختلاف ہے۔

d. اسی طرح نظام عشر وزکاۃ کے ذریعے مسلمانوں سے بنکوں میں زکاۃ بھی لی جاتی ہے اور غیر مسلموں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

e. مختلف تعلیمی اداروں میں مذہبی کوٹہ کی بناپر داخلہ کی نشستیں مقرر کی گئی ہیں۔

f. پاکستانی فوج کا شعار ایمان، تقویٰ اور جہاد ہے جبکہ بعض اقلیتیں اسلامی جہاد کی منکر ہیں۔ اگر شناخت کا تعین نہ کیا جائے تو فوج میں نظریاتی ہم آہنگی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

g. مسلم فیملی لاء آرڈی نینس کا اطلاق مسلمانوں پر ہی ہوتا ہے، جبکہ عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کے لئے پاکستان میں مستقل میرج ایکٹ موجود ہیں۔

h. حرمین شریفین میں غیر مسلم کا داخلہ ممنوع ہے جس میں مذہب کا تعین پاکستانی پاسپورٹ میں حکومتِ پاکستان کو ہی کرنا ہے۔ وغیرہ

ایسی بہت سی وجوہ کی بناپر مذاہب کے تشخص کا تعین ہونا اشد ضروری ہے تاکہ مسلم وغیر مسلم کے قانونی حقوق وفرائض کو پورا کیا جاسکے۔

④ پاکستانی دستور Law of the Land ہونے کے ناطے پاکستان کے تمام شہریوں پر لاگو ہے جو یہاں آنے اور قیام کرنے والے تمام افراد کو قبول کرنا لازمی ہے۔

قادیانیت کو اسلام قرار دینا بنیادی حق ہے یا دھوکہ دہی کا جرم؟

پیچھے (گزشتہ شمارے میں) مذکور قادیانی مذہب کی تین حقیقتیں پڑھ لینے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ

⑤ قادیانی بنیادی حقوق کے نام پر دراصل اسلام اور نبی اسلام ﷺ کے حق تکریم پر قابض ہونا اپنا حق سمجھتے ہیں، جو حق نہیں بلکہ سنگین دھوکہ دہی اور بدترین جرم ہے۔ جو عزت اور مقام ﴿وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝﴾ کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی محمد ﷺ کو دیا ہے، وہ اس عزت و تکریم کو اپنے جھوٹے مدعی نبوت کے لئے حاصل کرنے کا 'حق' مانگتے ہیں۔ جو اسلام کی تکریمات و تقدسات پر غاصبانہ قبضہ اور تسلط کی منافقانہ سازش ہے۔ چنانچہ قادیانی اسلام کا نام، اس کا کلمہ، قادیان کو مکہ مکرمہ، اپنے سالانہ جلسہ کو حج، اپنی مسجد کو مسجدِ اقصیٰ، مرزا کی بیوی کو اُمّ المؤمنین، مرزا کے ساتھیوں کو صحابہ کرام قرار دے کر اسلام کو مسخ کرنا اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

⑥ خلافِ واقعہ حیثیت کا دعویٰ کر کے دھوکہ دینا حق نہیں بلکہ قابل سزا جرم ہے۔ قادیانیوں کو چاہیے کہ پہلے اپنا اسلام ثابت کریں پھر اس کا نام لینے کے حق کی بات کی جائے۔ جب ان کے کفر پر علمائے اُمت کا اجماع ہو چکا ہے اور ہر حلقے کے ایک ہزار سے زائد علما و مفتیان، ۱۰۰ سے زائد مدارس و مراکز کے فتاویٰ منظر عام پر آ چکے ہیں، مملکتِ پاکستان نے دستورِ پاکستان کی دوسری ترمیم (۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء) میں ان کو کافر قرار دے دیا ہے، تو پھر خلاف حقیقتِ چیز کا مطالبہ حق نہیں بلکہ ڈھٹائی اور دھوکہ دہی کا جرم ہے۔

⑦ مرزا ناصر نے قومی اسمبلی میں یہ بھی تسلیم کیا کہ کسی بھی مذہب کو غلط اظہار سے روکنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ کوئی غیر مسلم مکہ، مدینہ جانے کے لئے غلط ڈیکلریشن دے کر جائے اور پکڑے جانے پر مذہبی آزادی کا عذر پیش کرے تو کیا یہ عذر درست ہو گا؟

مرزا ناصر نے کہا کہ ''وہ مجرم ہے اور وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری آزادی سلب کی گئی ہے۔ اور اس بارے میں کورٹ یا اتھارٹی مداخلت کر سکتی ہے۔''[2]

⑧ مذہب پر رہنے کا حق تسلیم ہے لیکن دھوکہ دینے کا حق قبول نہیں جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸سی میں قادیانیوں کی 'اسلام کے نام پر تبلیغ' کو جرم قرار دیتے ہوئے اسکی سزا تین سال مقرر کی گئی ہے۔

پاکستانیوں کے سماجی حقوق کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے!

⑨ قادیانی اسلامی تکریمات پر ناجائز قبضہ اور اسلام کے نام کو ناجائز استعمال کرنے کو حق کہتے ہیں۔ ان کے حقوق تو دھوکہ دہی پر مبنی اور جرم ہونے کی بنا پر ناقابل اعتبار ہیں۔ لیکن پاکستان میں مسلمانوں کے بھی

---

۱ 'قادیانیوں کے مکمل بائیکاٹ پر متفقہ فتویٰ' مرتب: مولانا خواجہ رشید احمد، ناشر مرکز سراجیہ، غالب مارکیٹ لاہور، ۲۰۱۱ء

۲ 'پارلیمنٹ میں قادیانی شکست' از مولانا اللہ وسایا: ص ۴۳، علم و عرفان پبلشرز، لاہور

حقوق ہیں جن کی پاسداری کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ان کا اہم سماجی حق یہ بھی ہے کہ اگر کوئی دوسرے کو گالی دے، اس کے مقدسات کی توہین کرے، اس پر ناحق قبضہ کرے، اس کو کافر قرار دے، ان کو گمراہ کرے تو ان پاکستانیوں کو تحفظ دینا اور ان کی دادرسی کرنا حکومت کا فریضہ ہے۔ اور پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ قادیانی ان تمام جرائم میں ملوث ہیں۔ سو ان سماجی جرائم سے مسلمانانِ پاکستان کو تحفظ دینا حکومت کا سیاسی فریضہ ہے۔

(۱۰) سماجی حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو وہ ظاہر کرے جو وہ نہیں ہے، جیسے ایک اپنے آپ کو ڈاکٹر یا پرنسپل بتائے جبکہ حقیقت اس کی تائید نہ کرتی ہو، تو یہ دھوکہ دہی ہے۔ اور اس دھوکہ دہی سے بچانے کے لئے حکومت کو اقدام کرنا ہوگا۔ بصورتِ دیگر معاشرے میں تخریب وفساد اور حق تلفی ہوگی۔ قومی اسمبلی میں ہونے والے مباحثے میں مرزا ناصر سے پوچھا گیا کہ اقلیتوں کے کوٹہ سے سیٹ لینے کے لئے کوئی مسلمان خود کو غیر مسلم ظاہر کرے تو کیا کرنا چاہیے؟

تو مرزا ناصر نے جواب دیا کہ ''دغا باز کی ملامت کرنی چاہیے، میں مذمت کرتا ہوں اس نوجوان کی جو دستاویزات میں جعل سازی کرتا ہے۔''[1]

(۱۱) اقوام متحدہ کا 'چارٹر برائے انسانی حقوق' بھی یہ قرار دیتا ہے کہ

''آرٹیکل نمبر ۳۰: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی، جس سے کسی ملک، گروہ، یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو، جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی تخریب ہو، جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔''

(۱۲) اس چارٹر پر عمل کرتے ہوئے اقوام متحدہ کا 'بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری وسیاسی حقوق' ICCPR مجریہ ۱۹۷۶ء بیان کرتا ہے کہ تمام آزادیاں اور حقوق قانون میں عائد پابندیوں اور دوسروں کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کے احترام سے مشروط ہیں، چنانچہ آرٹیکل نمبر ۱۹(۲) میں ہے:

''شق نمبر ۲ میں مذکور حقوق اس امر سے مشروط ہیں کہ دوسروں کے حقوق کا احترام اور اس کی معاشرتی ساکھ کو ملحوظ رکھا جائے۔''

(۱۳) پورے یورپ میں نافذ 'یورپی کنونشن برائے تحفظ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں' ECHR مجریہ ۱۹۵۳ء کے آرٹیکل ۱۰(۲) میں قرار دیا گیا ہے کہ

---

۱ 'پارلیمنٹ میں قادیانی شکست' از مولانا اللہ وسایا: ص ۳۹، علم وعرفان پبلشرز، لاہور

"آزادیوں اور حقوق پر ایسی شرائط عائد کی جاسکتی ہیں، جو دوسروں کے حقوق کی حفاظت سے متعلق ہوں۔" مختصراً

گویا 'انسانی حقوق کا عالمی چارٹر'، بین الاقوامی معاہدے اور یورپی یونین میں نافذ العمل قوانین بھی ان حقوق کے نام پر دوسروں کے حقوق میں مداخلت، تخریب یا اس کی کوشش کو منع قرار دیتے ہیں۔

پاکستان میں بنیادی حقوق قرآن وسنت سے مشروط ہیں!

⑭ پاکستان میں حاکمیتِ الٰہیہ کے تحت، بنیادی حقوق اسلام سے مشروط ہیں، جیسا کہ پیچھے 'دستور پاکستان اور اسلام' میں نکتہ نمبر ۳ کے تحت گزر چکا ہے۔

⑮ پاکستان میں بنیادی حقوق مطلق Absolute نہیں بلکہ شریعتِ اسلامیہ سے مشروط ہیں۔ اس بنا پر انہی آئینی حقوق کا دعویٰ معتبر ہوگا جن کو تحفظ شریعتِ اسلامیہ نے دیا ہے۔ پاکستانی دستور میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعے اسلامی قوانین کا تعین (آرٹیکل ۲۲۷) اور پھر نفاذ اور وفاقی شرعی عدالت کے ذریعے غیر اسلامی قوانین کا خاتمہ (آرٹیکل ۲۰۳د) کے مسلمہ آئینی ادارے یہ ثابت کرتے ہیں کہ پاکستان کے دستور پر اُصولی طور پر قرآن وسنت کی بالاتری ہے، قوانین ان کے مطابق بنائے جائیں اور ان کے خلاف قوانین کو ختم کیا جائے۔

⑯ یہی بات OIC نے ۵/ اگست ۱۹۹۰ء میں منعقدہ قاہرہ کانفرنس میں اسلامی انسانی حقوق کے ۲۵ نکاتی چارٹر Cairo Declaration on Human Rights in Islam (CDHRI) میں پیش کرکے، رکن ممالک سے دستخط لئے ہیں جو اقوام متحدہ کے چارٹر کا متبادل ہے۔ اس چارٹر کے آخری آرٹیکلز ۲۴ اور ۲۵ کا انگریزی متن یہ ہے:

24. All the rights and freedoms stipulated in this Declaration are subject to the Islamic Shari'ah.

25. The Islamic Shari'ah is the only source of reference for the explanation or clarification of any of the articles of this Declaration.

"۲۴۔ اس اعلامیہ / چارٹر میں مندرج تمام حقوق اور آزادیاں شریعتِ اسلامیہ سے مشروط ہیں۔"

۲۵۔ اس اعلامیہ میں مندرج تمام آرٹیکلز کی تشریح اور وضاحت کا واحد مستند ماخذ شریعتِ اسلامیہ ہے۔"

کیا شریعتِ اسلامیہ شہریوں کے عقائد کو جاننے کا فرض ریاست پر عائد کرتی ہے!

⑰ شریعت کی رو سے پیچھے گزر چکا ہے کہ اسلامی ریاست اللہ کے حکم پر، نبی کریم کی نیابت میں مسلمانوں کی سیاست کرتی ہے۔ سیاسی عہدے اللہ کی امانت ہیں، اور ان کا مقصد اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو مسلم معاشرے میں پھیلانا اور برائیوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے بھی سیاسی فرائض میں اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاے زکوٰۃ کے بعد احکام شریعت کے فروغ کی ذمہ داری مسلم ریاست پر ڈالی ہے اور مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کو حکام کا فریضہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود جب اپنے حکام کو بھیجا تو ان کا فریضہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کو توحید ورسالت کی دعوت دیں، صلوٰۃ وزکوٰۃ کو جاری کریں جیسا کہ اس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔

اسلامی ریاست کے مذکورہ بالا مقاصد کے لئے نہ صرف ضروری بلکہ اوّلین فریضہ ہے کہ لوگوں کے عقائد کی اصلاح پر توجہ دی جائے اور ان کے دینی حالات کی جانچ کی جائے۔

⑱ دورِ نبوی میں صلح حدیبیہ کے بعد جب بعض خواتین نے دُنیوی مفادات کے لئے مدینہ میں پناہ لینے کا ارادہ کیا، کیونکہ آپ ﷺ خواتین کو واپس نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو خاص ہدایت جاری کی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ﴾ (الممتحنہ:۱۰)

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس مہاجر مؤمن خواتین آئیں تو ان کی جانچ کر لیا کرو۔ ان کے ایمان کی حقیقت کو تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اگر تم انہیں مؤمن پاؤ تو کفار کو مت لوٹاؤ۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ حلف کے ذریعے خواتین کا امتحان لیا کرتے اور وہ قسم کھاتیں کہ وہ صرف اللہ کے لئے ہی نکلی ہیں، شوہروں سے ناراضی کی بنا پر نہیں، نہ ہی کسی مالی طمع کی غرض سے۔''[1]

⑲ مسلم ریاست کے بہت سے شرعی فرائض بھی مسلم اور غیر مسلم کی شناخت کے بغیر نہیں ہوسکتے، جیسا کہ

a. غیر مسلم کو سلام نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ دل میں بدنیتی اور کینہ کو چھپا سکتے ہیں۔
b. غیر مسلم پر زکوۃ صرف نہیں کی جاسکتی، دیگر صدقات دیے جاتے ہیں۔
c. غیر مسلموں سے زکوٰۃ وعشر کے بجائے جزیہ وخراج لینا
d. غیر مسلم مردوں سے نکاح نہیں کیا جاسکتا، اور وہ مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔
e. غیر مسلموں کا مسلمانوں کا گواہ اور قاضی بننا

---

1 تفسیر 'لطائف الإشارات' از عبد الکریم بن ہوازن قشیری، م ۴۶۵ھ: ۳/ ۵۷۳، مصر

f. احترامِ رمضان، اور دیگر اسلامی تہواروں میں عدم شمولیت وغیرہ

پاکستان میں قومی اسمبلی ہی مذہبی مسائل کے حل اور قانون سازی کا باضابطہ فورم ہے!

(٢٠) مذہب کے بارے میں فیصلہ کرنا پاکستان کی قومی اسمبلی کا ہی کام ہے، جس نے ماضی میں دستور کے اسلامی قوانین سمیت، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے، حدود قوانین، قانون توہین رسالت، شراب نوشی کے امتناع کے قوانین پاس کرکے دینی معاملات کو بھی طے کیا ہے۔ اور اسمبلی کے ساتھ اسلامی نظریاتی کونسل کا معاون ادارہ اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ وہ حسب ضرورت دینی مسائل میں انہیں راہنمائی بھی فراہم کرسکے۔ بالفرض اگر ریاست یعنی پارلیمنٹ کا یہ کام نہیں کہ وہ مذہبی معاملات کے فیصلے کرے، تو پھر یہ کام پاکستان میں کس قومی ادارے کا ہے۔ دراصل پاکستان یورپی ممالک کی طرح کوئی سیکولر ملک نہیں ہے بلکہ ایک اسلامی ملک ہونے کے ناطے اس کے نظام میں اسلامی فرائض پوری وضاحت سے موجود ہیں اور اس کا دستور سیکولرزم کی پوری طرح نفی کرتا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔

تیسرا سوال: اگر غیر مسلم اپنے آپ کو مسلم کے لبادہ میں چھپائیں تو کیا یہ ریاست کے ساتھ دھوکہ دہی کی تعریف میں آئے گا؟

دھوکہ کی نوعیت: پیش نظر سوال کی وضاحت سے قبل دھوکہ دہی کی نوعیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ دھوکہ ایک مشترک لفظ ہے جو چھوٹی سے چھوٹی ہیرا پھیری سے لے کر اپنی سنگین ترین نوعیت کو شامل ہے۔ سودا فروخت کرنے والے کا ١٠٠ گرام کم سامان ڈالنا بھی دھوکہ ہے اور دشمن کو قومی راز بتا دینا بھی دھوکہ ہے۔ دھوکہ کی سنگین ترین قسم کو دراصل 'غداری' کہا جاتا ہے۔ جب کوئی سرکاری ملازم ملک کے ایٹمی راز اپنے دوست کو بتائے تو یہ بھی دھوکہ ہے اور جب اس دشمن کو بتادے جو اس کو تباہ کرنے کی جدوجہد کررہا ہو اور اس کی طاقت بھی رکھتا ہو تو یہ سنگین ترین غداری ہے۔ جب کوئی سرکاری ملازم ریاست کے حساس راز، اور نظام دشمن کے علم میں لے آئے تو یہ ریاست کو نقصان پہنچانے کی 'سنگین سازش' کہلائے گی اور اس کی سزا کا دارومدار اس کی نوعیت اور کیفیت پر ہوگا۔

(٢١) اسلامی ریاست کا مرکز و محور رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ جدید سیاسی نظام میں ریاست کے حقوق بالاتر ہیں، جبکہ اسلام ایک نظریاتی ملت کی بات کرتا ہے جو رسول کی ذات پر قائم ہوتی ہے۔ اسلامی نظریہ کے مطابق رسول اکرم کے حقوق ریاست کے حقوق سے بھی بالاتر ہیں، چنانچہ نامور مفکر محمد عطاء اللہ صدیقی مرحوم لکھتے ہیں:

"چونکہ ریاست لاکھوں کروڑوں افراد کی اجتماعیت کی نمائندہ ہے، اس کے وجود و بقا پر کروڑوں

شہریوں کی زندگیوں کا انحصار ہوتا ہے لہٰذا کسی بھی فرد کی طرف سے ریاست کے وجود کے خلاف معمولی سی کارروائی کے لئے بھی سخت ترین سزا (موت) تجویز کی جاتی ہے۔ ریاست کے خلاف سرگرمی کو عظیم ترین غداری (High Treason) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس جرم کی سزا دورِ جدید کی ریاستوں میں بلا اِستثنا موت ہی ہے۔ جدید سیکولر ریاست کے آئینی و قانونی اُسلوب میں بات کی جائے تو ریاست کے حقوق کو بلاشبہ 'اُمّ الحقوق' کا درجہ حاصل ہے۔

اسلامی نظام میں ریاست کی بجائے رسالتؐ کے حقوق کو 'اُمّ الحقوق' کا درجہ حاصل ہے۔ کیونکہ ریاست اسلام میں مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ یہ رسالت کی طرف سے انسانیت کی فلاح کے لئے وضع کردہ ضابطوں کو عملی جامہ پہنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ چونکہ Ends (نصب العین) کو ہمیشہ Means (ذرائع) پر فوقیت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا منطق کا تقاضا یہ ہے کہ ریاست کو رسالت کے مقابلے میں ثانوی یا کمتر حیثیت حاصل ہو۔ اگر ریاست اور رسالت کے تعلق پر غور کیا جائے تو یہ تعلق 'کل' اور 'جز' کے درمیان کا تعلق ہے۔ رسالت 'کل' اور ریاست 'جز'۔ رسالت ریاست کے بغیر بھی اپنا وجود قائم رکھ سکتی ہے جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کے مکی دور میں ہوا۔ مگر ایک اسلامی ریاست کا 'رسالت' کے بغیر تصور ناممکن ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے، جیسا کہ دورِ جدید کی سیکولر ریاست کا وجود اس کے آئین کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ آئین ہی اس کے مختلف اداروں کے فرائض منصبی کا تعین کرتا ہے۔ 'رسالت' ہی اسلامی ریاست کے آئین کا اصل سرچشمہ و مآخذ ہے۔ لہٰذا سرچشمہ کی عدم موجودگی میں ریاست کا قیام ممکن ہی نہیں۔ رسالت ایک ماوراء اور برتر تصور ہے جس کے مقاصد کا دائرہ کسی خاص خطہ ارضی کی بجائے پوری انسانیت یا کائنات تک پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی ریاست ایک خاص علاقے میں قائم ہونے کے باوجود پوری انسانیت کی فلاح کا عظیم نصب العین کبھی بھی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی۔

اسلامی نظریہ کے مطابق رسالت کے حقوق کا حقیقی مظہر محسن انسانیت حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ لہٰذا جناب رسالت مآبؐ کے مسلمانوں پر جو حقوق ہیں، وہی درحقیقت 'اُمّ الحقوق' ہیں۔ یہ اُمّ الحقوق اس بنا پر ہیں کہ باقی تمام 'حقوق' کا یہ نہ صرف سرچشمہ ہیں بلکہ ان کے تعین کا اصل معیار بھی ہیں۔ اسلامی ریاست چونکہ رسالت کے نصب العین کے تابع ہے لہٰذا اس کے اہم ترین فرائض میں سے 'اُمّ الحقوق' کا تحفظ بھی ہے۔ اگر ریاست کے وجود کے خلاف کوئی کارروائی High Treason کا درجہ رکھتی ہے، تو رسالت کے خلاف کوئی توہین آمیز اقدام اس سے کہیں بڑھ کر سنگین

اور قابل سزا ہے۔ اسلامی ریاست میں 'اُمّ الحقوق' کا تحفظ محض ریاست کی ذمہ داری ہی نہیں ہے، افراد بھی اس ذمہ داری میں برابر کے شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے خود رسالت مآبؐ کی حیاتِ اقدس کے دوران بعض صحابہ کرامؓ نے ان 'حقوق' کی بے حرمتی کے مرتکب افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، اگرچہ بعد میں انہیں تائید رسالتؐ (یا ریاست) بھی میسر آگئی۔"[1]

اس بناپر اسلامی ریاست کے مرکز و محور پر دھوکہ دہی، متاعِ ایمان کا دھوکہ ہے جس کو اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے سنگین ترین غداری قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور جب اس غداری کو تسلیم کرنے کی بجائے، اس کو حق باور کرایا جائے، تکرار کے ساتھ اس پر اصرار کیا جائے، ڈھٹائی کے ساتھ اس کے لئے جدوجہد کی جائے تو اس جرم کی شدت وشناعت کئی گنا بڑھ جاتی ہے، سیدنا علی نے زندقہ پر کاربند گروہ کو اپنے کفر کو تسلیم نہ کرنے پر توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کروادیا تھا، جیسا کہ صحیح حدیث آگے تین صفحات کے بعد آرہی ہے۔

چنانچہ فاضل عدالت کو دیکھنا ہوگا کہ غیر مسلم قرار پانے کے باوجود، ریاست سے دھوکہ دہی کرتے ہوئے حساس عہدوں تک پہنچنا دھوکے کا کونسا مرحلہ ہے اور اس کے نتائج کتنے سنگین ہیں۔ سر ظفر اللہ قادیانی جیسے شخص کا کھلم کھلا اپنے موقف پر اصرار کرنا اور قائد اعظم محمد علی جناح کو خراجِ تحسین پیش کرنے سے صریح انکار کرنا اور ان کے جنازہ پڑھنے سے بھی انکار کردینا اس خبثِ باطن کا پتہ دیتا ہے جو ایسے شخص میں اہم ترین سرکاری منصب پانے کے باوجود پایا جاتا تھا۔ ایسے ہی پاکستان کے سرکاری خزانے سے تربیت اور شناخت پانے والا ڈاکٹر عبد السلام قادیانی، قادیانیوں کے کافر قرار پانے کے دستوری فیصلے کے بعد پاکستان تو چھوڑ دیتا ہے، لیکن نوبل پرائز کے اجلاس میں اپنا قادیانی لبادہ اور شناخت نہیں چھوڑتا اور ربوہ میں دفن ہونا ہی موجبِ سعادت خیال کرتا ہے۔ وہ اپنے مقام کو صرف اس لئے استعمال کرتا ہے کہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق سے مل کر انہیں قادیانیت کے بارے میں قومی موقف پر نظر ثانی کو آمادہ کرسکے۔

پاکستانی تاریخ میں قادیانی افسران کی پاکستان اور اسلام کے ساتھ غداری کا مطالعہ چشم کشا ہے۔ انہوں نے اپنی زبان اور اپنے عمل سے، ہر جگہ سنگین نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ایسے بدبخت لوگوں کا دھوکہ دہی کے ذریعے کسی ذمہ دار مقام تک پہنچنا نہ صرف سنگین جرم ہے بلکہ ریاست کو بدترین خطرات کا شکار کردیتا ہے۔ اس لئے اس کی روک تھام بھی مضبوط قانون سازی اور دھوکہ کی شدت کے مطابق ہونی چاہیے۔ اور اس کی بعض سنگین صورتوں کو واقعتاً ریاست سے غداری قرار دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

---

۱ محمد عطاء اللہ صدیقی مرحوم، مضمون 'ام الحقوق'... ماہنامہ محدث، لاہور، شمارہ جون ۲۰۰۰ء

پانچواں سوال: کیا اسلامی ریاست کے لئے یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے تمام شہریوں کے مذہب اور مذہبی عقائد کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ ہو اور اس حوالہ سے ایک مؤثر اور جامع طریقہ کار وضع کرے۔

اس سوال کی کافی وضاحت پہلے جوابات میں گزر چکی ہے۔ مزید درج ذیل ہے:

مسلمان کا کافر ہو جانا یا دعوائے کفر کرنا

جو مسلمان سماجی مفادات کے لئے اپنا مذہب تبدیل کر کے اسلام کی جگہ کفر کو ظاہر کرتا ہے، تو ریاست کو شریعتِ اسلامیہ کے مسلمہ ضابطے کے مطابق اس پر سزائے ارتداد کو نافذ کرنا چاہئے جو اس حدیثِ رسول سے ثابت ہے جسے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: "لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُولِ اللهِ ﷺ «لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ» وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»"[1]

”حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق لائے گئے تو اُنہوں نے انہیں جلا دیا۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو اُنہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو“ بلکہ میں اُنہیں قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جو شخص اپنا دین بدل دے، اسے قتل کر دو۔“

اور واضح رہنا چاہیے کہ ارتداد کی سزا، صرف اسلام کو چھوڑنے کی سزا[2] ہے جس کو دیگر سزاؤں کی طرح فوری قائم کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ اس کے ساتھ ریاست کے خلاف کوئی اقدام بھی کرتا ہے تو وہ کافر ہو یا مسلمان اس کو فساد اور دہشت گردی کی سزائے حرابہ بھی دی جائے گی۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانِهِ، أَوْ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ، أَوِ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ»[3]

”کسی مسلمان شخص کا خون بہانا جائز نہیں مگر (تین آدمیوں کا:) وہ آدمی جس نے شادی شدہ ہونے

---

1 صحيح البخاري: كِتَابُ اسْتِتَابَةِ المُرْتَدِّينَ وَالمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ (بَابُ حُكْمِ المُرْتَدِّ وَاسْتِتَابَتِهِمْ)، رقم ۶۹۲۲

2 فاضل عدالت کے سامنے قانونی معاون ڈاکٹر اسلم خاکی ایڈووکیٹ نے یہ غلط موقف پیش کیا کہ ”ارتداد کی سزا صرف آخرت میں ہے، دنیا میں نہیں۔ اور سزائے ارتداد دراصل ریاست سے بغاوت اور اس کے خلاف اقدام کی سزا ہے۔“

3 سنن النسائي: كِتَابُ المُحَارَبَةِ (بَابُ ذِكْرِ مَا يَحِلُّ بِهِ دَمُ المُسْلِمِ)، ح ۴۰۱۹

کے بعد زنا کیا اور وہ شخص جس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا یا قاتل کو قصاص میں مارا جائے گا۔"

نبی کریم ﷺ سے جب مسیلمہ کذاب کے مرتد قاصد ملنے آئے تو آپ نے پوچھا:

"أَتَشْهَدَانِ أَنِّي رَسُولُ الله؟" قَالَا: نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُولُ الله فَقَالَ: «لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُولًا، لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا» قَالَ: فَجَرَتْ سُنَّةً أَنْ لَا يُقْتَلَ الرَّسُولُ...[1]

"کیا تم میرے رسول اللہ ہونے کا اقرار کرتے ہو۔ وہ دونوں بولے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ ہی اللہ کا رسول ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں ایلچیوں کو قتل کرنے والا ہوتا تو میں ضرور تمہاری گردنیں مار دیتا۔" سو یہ روایت جاری ہو گئی کہ ایلچی کو قتل نہ کیا جائے۔"

اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ نے خود مرتدوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، لیکن ایلچی ہونے کی بنا پر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اور خیر القرون کا ایک اور واقعہ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے یوں بھی مروی ہے کہ

أَنَّ رَجُلًا أَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ فَأَتَى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَهُوَ عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَقَالَ مَا لِهَذَا قَالَ أَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ قَالَ لَا أَجْلِسُ حَتَّى أَقْتُلَهُ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ[2]

"ایک آدمی اسلام لایا، پھر یہودی ہو گیا۔ سیدنا معاذ بن جبلؓ آئے تو وہ شخص سیدنا ابو موسیٰؓ کے پاس تھا۔ سیدنا معاذؓ نے پوچھا: اس شخص کا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اسلام لانے کے بعد یہودی بن گیا ہے۔ سیدنا معاذؓ نے کہا: جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں، اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا یہی فیصلہ ہے۔"

اس حدیث میں قضاء رسول اللہ یعنی رسول اللہ کے عدالتی فیصلہ کی بات ہے، اور واضح ہے کہ عدالتی فیصلہ حکومتی طاقت کے ساتھ نافذ العمل ہوتا ہے، نہ کہ اس کو آخرت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اسلامی فقہ کے اجماعی مسائل پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے:

اتفقوا على أن من كان رجلا مسلما حرًّا ... ثم ارتد إلى دين كفر...أنه حل دمه.[3]

"تمام فقہائے اسلام کا اتفاق ہے کہ آزاد مسلمان مرد مرتد ہو جائے تو اس کا خون بہانا جائز ہے۔"

---

۱ مسند احمد بن حنبل: رقم ۳۷۰۹، قال شعیب ارناؤط: صحیح

۲ صحيح البخاري: كِتَابُ الأَحْكَامِ: بَابُ الحَاكِمِ يَحْكُمُ بِالقَتْلِ عَلَى مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ، دُونَ الإِمَامِ الَّذِي فَوْقَهُ، رقم ۷۱۵۷

۳ موسوعة الإجماع: ۱/۴۳۶ مزید تفصیل کے لئے ماہنامہ محدث لاہور: 'مرتد کی سزا' از محمد رفیق چودھری: فروری ۲۰۰۷

نیز ائمہ اربعہ کے فقہی مسائل پر مبنی کتاب الفقه على مذاهب الأربعة میں ہے کہ

واتفق الأئمة الأربعة عليهم رحمة الله تعالىٰ على أن من ثبت ارتداده عن الإسلام والعياذ بالله وجب قتله، وأهدر دمه.[1]

”ائمہ اربعہ ؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے... اللہ بچائے... اُس کا قتل واجب ہے اور اُس کا خون بہانا جائز ہے۔“

قادیانی کا دعوائے اسلام کرنا

اگر کوئی قادیانی مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لانے کے باوجود اسلام کا دعویٰ کرے تو اس پر ارتداد اور زندقہ کی سزا کو نافذ کیا جائے۔ اور اس میں توبہ کی گنجائش اس وقت ہے، جب وہ زبان سے کفر کا اقراری ہو، اگر کفر کا دعویٰ ہی نہ کرے تو پھر توبہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے:

أتى علي رضي الله عنه بناس من الزنادقة ارتدوا عن الإسلام فسألهم فجحدوا فقامت عليهم البينة العدول قال: فقتلهم ولم يستتبهم وقال: وأتى برجل كان نصرانيا وأسلم ثم رجع عن الإسلام قال: فسأله فأقر بما كان منه فاستتابه فتركه فقيل له: كيف تستتيب هذا ولم تستتب أولئك؟ قال: إن هذا أقر بما كان منه وإن أولئك لم يقروا وجحدوا حتى قامت عليهم البينة فلذلك لم أستتبهم.[2]

”سیدنا علی کے پاس کچھ زنادقہ لوگ لائے گئے جو اسلام سے مرتد ہو چکے تھے۔ سیدنا علی نے ان سے اسلام کا پوچھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ (لیکن ان کے ارتداد) پر عادل گواہی قائم ہو گئی، راوی کہتے ہیں کہ آپ نے ان کو قتل کروا دیا اور ان سے توبہ نہ کروائی۔ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عیسائی کو لایا گیا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے ارتداد کا اقرار کیا، آپ نے اس سے توبہ کرا کے اسے چھوڑ دیا۔ پوچھا گیا کہ اس عیسائی سے آپ نے توبہ کرائی اور ان سے نہیں کرائی۔ تو آپ نے کہا کہ عیسائی نے تو ارتداد کا اقرار کیا ہے اور زنادقہ نے انکار کیا تھا، حتی کہ ان پر گواہی قائم کرنا پڑی، چنانچہ ان سے میں نے توبہ نہیں کرائی۔“

ثانیاً: ارتداد کی شرعی سزا تو واضح ہے، تاہم اگر کوئی قادیانی غلط بیانی یا دھوکہ دہی کا جرم تکرار و اصرار کے

---

1 الفقه على مذاهب الأربعة از عبدالرحمن جزیری: ۵/ ۴۲۳

2 الصارم المسلول مترجم، ناشر مکتبہ قدوسیہ: ص ۴۶۹، طبع ۲۰۱۱ء، مسند احمد ۲۵۵۲، سنن دارمی: ص ۱۱۳، طبع اول، حدیث صحیح

ساتھ کرے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے تو ہر دھوکہ دہی کی سزا تو قتل نہیں ہے لیکن تکرار کی بنا پر اس کی سزا ر تعزیر بھی سنگین تر حتی کہ قتل تک ہو سکتی ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے:

«من شرب الخمر فاجلدوه، ثم إذا شرب فاجلدوه، ثم إذا شرب فاجلدوه، ثم إذا شرب في الرابعة فاقتلوه»[1]

"جو شراب پیئے، اس کو درّے مارو، پھر پیئے تو پھر درّے مارو، پھر پیئے تو پھر درّے مارو۔ پھر چوتھی بار بھی پیئے تو اس کو قتل کر دو۔"

اور قاضی ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

مَا جَاءَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ مِنْ الْقَتْلِ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْجَرَائِمِ عَلَى أَنَّهُ رَأَى الْمَصْلَحَةَ فِي ذَلِكَ وَيُسَمُّونَهُ الْقَتْلَ سِيَاسَةً، وَكَانَ حَاصِلُهُ أَنَّ لَهُ أَنْ يُعَزِّرَ بِالْقَتْلِ فِي الْجَرَائِمِ الَّتِي تَعَظَّمَتْ بِالتَّكْرَارِ وَشُرِعَ الْقَتْلُ فِي جِنْسِهَا ...أَنَّ لِلْإِمَامِ قَتْلَ السَّارِقِ سِيَاسَةً أَيْ إنْ تَكَرَّرَ مِنْهُ ... وَكُلُّ مَنْ كَانَ كَذَلِكَ يُدْفَعُ شَرُّهُ بِالْقَتْلِ، وَسَيَأْتِي أَيْضًا فِي بَابِ الرِّدَّةِ أَنَّ السَّاحِرَ أَوْ الزِّنْدِيقَ الدَّاعِيَ إذَا أُخِذَ قَبْلَ تَوْبَتِهِ ثُمَّ تَابَ لَمْ تُقْبَلْ تَوْبَتُهُ وَيُقْتَلُ، وَلَوْ أُخِذَ بَعْدَهَا قُبِلَتْ.[2]

"جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ایسے جرائم کے بارے میں منقول ہے کہ اگر حاکم مناسب سمجھے تو بطور سیاست (مصلحت) قتل کا حکم دے سکتا ہے، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بعض جرائم تکرار کی وجہ سے بڑے ہو جائیں اور اس جیسے جرائم میں قتل کی سزا دی جاتی ہو، تو قاضی وہاں بھی قتل کی سزا نافذ کر سکتا ہے۔ چنانچہ حاکم چور کے لئے بطور مصلحت قتل کی سزا تجویز کر سکتا ہے اگر چوری کا جرم بکثرت و تکرار ہو۔ اور ہر ایسا جرم جس کی خرابی کا ازالہ قتل سے ہی ہو سکتا ہو۔ اور عنقریب ارتداد کے باب میں آئے گا کہ اپنی گمراہی کا داعی زندیق اگر توبہ کرنے سے قبل پکڑ لیا جائے پھر وہ توبہ کرے تو توبہ کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کو قتل کیا جائے گا، اور اگر توبہ کے بعد زندیق کو پکڑا جائے تو اس کی توبہ مقبول ہو گی۔"

ثالثاً: اگر کسی قادیانی ملازم، عہدیدار کی مذہب کے بارے میں دورانِ ملازمت غلط بیانی کا علم ہو جائے تو غلط

---

1. سنن أبو داود: ح ۴۴۸۴ صحیح
2. رد المحتار از قاضی ابن عابدین: ۴/ ۶۳، دار الفکر، بیروت

بیانی کی سنگینی اور شدید اثرات کی بنا پر اس کی ملازمت فوری طور پر ختم کر دی جائے اور اگر کسی سرکاری ملازم نے اپنی سرکاری حیثیت سے فائدے اُٹھانے کے بعد اگر اپنا مذہب تبدیل کیا ہو تو اس کو پنشن / ملازمت کے باقی سرکاری فوائد واعزاز کے خاتمے کے ساتھ ساتھ، جتنے مشاہرات وفوائد اس نے حاصل کئے ہوں، ان کو ریاست کے خزانے میں واجب الادا قرار دیا جائے یا کم از کم ماضی میں اس حیثیت سے اُٹھائے جانے والے فوائد میں سے موجود چیزوں کی ضبطی کی قانون سازی کی جانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر مذہبی حیثیت میں تبدیلی کو منع قرار دیا جائے۔

☆ اگر فی الواقع کوئی قادیانی، مرزا کی نبوت سے تائب ہو کر اسلام لانا چاہتا ہے تو اس کے لئے اس کو توبہ کے شرعی تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔ جیسا کہ پیچھے سوال نمبر ایک کے آخر میں گزر چکا ہے۔

<u>چوتھا سوال: اگر درج بالا سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو ریاست کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟</u>

<u>اسلامی حکومت کا فریضہ: تاریخ کے آئینہ میں</u>

مسلم حکومت نے ہر دور میں مرتدین اور زنادقہ کے بارے میں فوری اقدام کئے، جیسا کہ

① نبی کریم ﷺ نے مسجدِ ضرار کو فوری طور پر ڈھا دیا، جیسا کہ تفصیلات پیچھے گزریں۔

② توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے زندیق کعب بن اشرف کو خود قتل کروایا[1] اور عبد اللہ بن خطل سمیت چار شاتمین کے قتل کے احکام[2] جاری کئے۔

③ سیدنا ابو بکر نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے ساتھ لشکر کشی کی۔ سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے:

لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ

---

1 صحيح البخاري ٤٠٣٧، ٣٠٣١، ٢٥١٠، صحيح مسلم: ١٨٠١، سنن أبي داود: ٢٧٦٨

2 سنن نسائی: باب الحکم فی المرتد، ح ۴۰۶۷، صحیح ... صحیح بخاری: ح ۴۲۸۶، ۱۸۴۶

الْحَقُّ[1]

"جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہوئی اور آپ کے بعد سیدنا ابو بکرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے تو عرب کے کچھ لوگ کافر ہو گئے۔ (ابو بکرؓ نے ان سے جنگ کرنا چاہی۔) سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابو بکرؓ سے کہا: آپ لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کافر لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ اللہ کا اقرار کرلیں، لہٰذا جو شخص لا الہ اللہ کا اقرار کرے گا تو میری طرف سے اس کا مال اور اسکی جان محفوظ ہے مگر حق اسلام باقی رہے گا اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمے ہے؟" سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکاۃ میں فرق کیا کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھ سے ایک رسی بھی روکی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے اس کے انکار پر جنگ کروں گا۔ سیدنا عمرؓ نے کہا: میں نے غور کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لیے سیدنا ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے اور وہ جنگ کرنے کے سلسلے میں حق پر ہیں۔"

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ دین کے مسلّمہ تقاضوں پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اور ان مسلمات میں نبوت، ارکانِ اسلام، محارم سے نکاح، جہاد وغیرہ شامل ہیں، اور ایسا نہ کرنے والے کو راہِ راست پر لانے کے لئے ریاست کو اقدامات کرنے ہوں گے۔[2]

اس حدیث میں وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ کے الفاظ سے پتہ چلا کہ ان میں سے بعض لوگ مرتد بھی تھے۔ اس حدیث کی شرح میں مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ لکھتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ نُسِبُوا إِلَى الرِّدَّةِ كَانُوا صِنْفَيْنِ: صِنْفٌ رَجَعُوا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَصِنْفٌ مَنَعُوا الزَّكَاةَ وَتَأَوَّلُوا قَوْلَهُ تَعَالَى ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ...﴾[3]

"مرتد قرار پانے والے لوگ دو طرح کے تھے: پہلی قسم ان لوگوں پر تھی جو (نبوت محمدی کو چھوڑ کر) بتوں کی پرستش کی طرف لوٹ گئے تھے، اور دوسری قسم ان کی تھی جنہوں نے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا اور قرآن کریم کی مذکورہ آیت کی تاویل کرلی تھی۔"

---

۱ صحيح البخاري :كِتَابُ الاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ (بَابُ الاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ)، رقم ۷۲۸۵

۲ فَكُلُّ طَائِفَةٍ مُمْتَنِعَةٍ عَنْ الْتِزَامِ شَرِيعَةٍ مِنْ شَرَائِعِ الإِسْلَامِ الظَّاهِرَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ يَجِبُ جِهَادُهَا (السياسة الشرعية: ۲۰)

۳ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی: ۷/ ۲۸۲، زیر حدیث ۲۶۰۷

اور ارتداد کی اہم ترین صورت رسالتِ محمدی سے انکار کرنا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مسیلمہ کی نبوت ماننے والے قاصدوں کو قتل کرنے کا ارادہ اسی ارتداد کی بنا پر کیا تھا، لیکن ایلچی ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا۔

④ سیدنا عمر فاروق ؓ نے بھی مرتدین کو سزا دی، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

أخذ ابن مسعود قومًا ارتدوا عن الاسلام من أهل العراق، فكتب فيهم إلى عمر، فكتب إليه: "أن اعرض عليهم دين الحق وشهادة أن لا إله إلا الله فإن قبلوها فخلّ عنهم وإن لم يقبلوها فاقتلهم." فقبلها بعضهم فتركه ولم يقبلها بعضهم فقتله.[1]

"سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ نے اہل عراق میں بعض مرتدین کو پکڑ لیا اور ان کا معاملہ سیدنا عمر ؓ کو لکھ بھیجا۔ تو آپ نے جواب دیا: کہ ان پر اسلام اور کلمہ توحید کو پیش کرو، اگر قبول کر لیں تو جانے دو، اگر نہ مانیں تو ان کو قتل کر دو۔ چنانچہ بعض نے توحید کو قبول کر لیا تو عبد اللہ بن مسعود ؓ نے اُنہیں چھوڑ دیا، بعض نے نہ مانا تو اُنہیں آپ نے قتل کر دیا۔"

⑤ سیدنا علی ؓ نے عبد اللہ بن سبا کو سزائے قتل دی، جیسا کہ زنادقہ کو سزا دینے کا واقعہ چار صفحے قبل گزر چکا ہے۔

⑥ دورِ بنو اُمیہ میں جعد بن درہم کو سزائے قتل دی گئی: فرقہ جہمیہ کے بانی جعد بن درہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا، اور واسط کے حکمران عبد اللہ قسری نے عید الاضحیٰ ۱۲۸ھ / ۷۴۶ء کو اسے سزا دیتے ہوئے قتل کر دیا۔ فَإِنِّي مُضَحٍّ بِالْجَعْدِ بْنِ دِرْهَمٍ.[2] اس کا کہنا تھا کہ اللہ نے سیدنا ابراہیم ؑ کو خلیل نہیں بنایا، اور سیدنا موسیٰ ؑ سے کلام نہیں کیا۔ سو عبد اللہ قسریؒ نے علمائے سلف سے فتویٰ لے کر اسکو قتل کر دیا۔

⑦ اسی طرح مسلم خلفا نے منصور حلاج اور ابن ابی عزافیر کو ان کے غلط عقائد کی بنا پر قتل کروا دیا۔ قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

وأَجْمع فُقَهاء بَغْداد أَيَّام المُقْتَدر مِن المَالِكِيَّة وقاضِي قُضاتِها أبو عمر المَالِكِيّ عَلَى قَتْل الحَلَّاج وصَلْبِه لِدَعْواه الإلهِيَّة والقول بالحُلُول وَقَوْلِه: "أَنَا الحَقّ" مَع تَمسُّكه فِي الظَّاهِر بالشَّرِيعَة وَلَم يَقْبَلُوا تَوْبَتَه[3]

"مالکی فقہائے بغداد کا اپنے چیف جسٹس ابو عمر مالکی کے ہمراہ، مقتدر باللہ کے دور میں اس پر اتفاق تھا کہ منصور حلاّج کو قتل کر کے سولی دی جائے کیونکہ اس نے اُلوہیت اور اپنے میں ربّ کے حلول

---

۱ مصنف عبد الرزاق: رقم ۱۸۷۰۸

۲ شرح عقیدہ طحاویہ از امام ابن ابی العز حنفی

۳ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: ۲/۲۹۸، دار الفکر ۱۹۸۸ء

کر جانے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اس کا موقف تھا کہ وہی 'حق' (تعالیٰ) ہے۔ باوجود اس کے، کہ وہ بظاہر شریعت کی پابندی کرتا تھا۔ ان فقہانے اس کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا۔"

حسین بن منصور حلاج ایرانی شہر بیضاء کا رہائشی تھا، اور واسط و عراق میں اس نے تربیت پائی۔ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ میں مقتدر باللہ کے حکم سے اس کو ہزار کوڑے مارنے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد سر قلم کیا اور جسم کو جلا دیا گیا۔ فقہائے بغداد کا یہی فیصلہ ابن ابی عزافیر کے بارے میں تھا، جو خلیفہ راضی باللہ کے دور میں منصور حلاج کے نقش قدم پر چلا، اور اس وقت بغداد کے قاضی القضاۃ ابو عمر مالکی کے بیٹے ابو الحسین تھے۔ (ایضاً)

حکومتِ پاکستان کا دینی فریضہ

حکومتِ پاکستان نے ماضی میں شاندار قانونی اقدامات کئے، اور اب اس کو یوں جاری رہنا چاہیے کہ

① قادیانیوں نے گذشتہ برسوں میں امتناع قادیانیت کے قوانین کے بعد، اپنا لبادہ تبدیل کر کے مختلف ناموں سے لوگوں میں گمراہی پھیلانا شروع کر رکھی ہے۔ جیسا کہ ان قادیانی تنظیموں اور کاموں سے واضح ہے:

a. تحریکِ جدید (قادیانیت کے مطابق قرآن کا ترجمہ کرنا اور اس کو سکھانا)
b. تحریکِ وقف جدید (دیہات میں مبلغ پیدا کرنے کے لئے)
c. مدرسۃ الظفر، چناب نگر (پوری دنیا میں قادیانیت کی دعوت پھیلانے کے لئے)
d. تحریک وقف نو (پیدائش سے پہلے تبلیغ قادیانیت کے لئے بچہ وقف کرنا)
e. نصرتِ جہاں تحریک (سکول و کالج میں مسلم شناخت والے اساتذہ کے ذریعے تبلیغ قادیانیت)
f. بیوت الحمد تحریک (ہر علاقے میں مسجد کی تعمیر کے لئے)
g. سیدنا بلال فنڈ (تبلیغ قادیانیت میں پکڑے جانے والوں اور ان کے لواحقین کی مدد کے لئے)
h. مریم شادی فنڈ (غریب مسلم لڑکیوں کو جہیز دے کر قادیانیت کا فروغ کرنا)
i. لجنۃ اماء اللہ (عورتوں کو تبلیغ کے لئے تیار کرنا)
j. خدام الاحمدیہ (نوجوانوں کو تبلیغ کے لئے تیار کرنا)
k. مجلس انصار اللہ (۴۰ سال سے زائد مسلمانوں میں فروغ قادیانیت)
l. اسی طرح قادیانیوں کے بہت سے فرقے بھی ہیں، جو ایک دوسرے کو بھی کافر کہتے ہیں جیسا کہ لاہوری موومنٹ، جماعت احمدیہ المسلمین، انوار الاسلام موومنٹ نائیجیریا، جماعت صحیح الاسلام، گرین احمدیہ، احمدیہ ریفارم موومنٹ، الاحمدیہ، اسد شاہ الاسلام احمدیہ کینیڈا وغیرہ وغیرہ

② قادیانیوں کی روز افزوں بڑھتی شر انگیزیوں کی نگرانی اور خاتمے کے لئے تمام مسالک پر مشتمل ایک 'امتناع قادیانیت بورڈ' تشکیل دیا جائے...

a. پاکستان میں ایسے بورڈ کا بننا اس لئے ضروری ہے کہ دیگر ممالک کے برعکس قادیانی فتنہ کا شکار اور مرکز یہی مادرِ وطن ہے اور یہاں ہی ان کے اہم مقامات اور مراکز واداے کام کر رہے ہیں۔

b. یہی بورڈ حساس عہدوں کے لئے مشتبہ امیدواروں کی 'نظریاتی کلیئرنس' Ideological Verification کی ذمہ داری پوری کرے۔ اور اس مقصد کے علماے کرام کے ساتھ ماہرین نفسیات کو بھی شامل کیا جائے۔

c. اس بورڈ کے تحت ملک بھر میں امتناع قادیانیت کی سرگرمیوں کی رپورٹ جمع کرائی اور ان پر نظر رکھی جائے۔ پاکستان میں قادیانی مسلم ٹی وی احمدیہ، یورپ سے چلنے والی قادیانی ویب سائٹس کی روک تھام، سوشل میڈیا پر قادیانیت کی سرگرمیوں کی روک تھام

d. قادیانیت کے حوالے سے شرعی فتاویٰ اور سماجی رہنمائی کے لئے مجاز بورڈ بھی یہی قرار پائے۔

e. قادیانی تنظیمات اور میڈیا پر ان کے بارے میں چھپنے والی تمام تفصیلات کی ایک کاپی یہاں میسر کرنا قانوناً لازمی ہو۔

f. یہی بورڈ قادیانیوں کے سماجی جائزے اور واپس اسلام قبول کرنے والوں یا کفر کا دعویٰ کرنے والوں کا فیصلہ کرے۔

③ ضروری ہے کہ دستورِ پاکستان میں موجود صدر و وزیر اعظم کے لئے حلف نامے کو

a. لازمی طور پر ان کی جگہ قائم مقام بننے والے صدر / وزیر اعظم یعنی چیئرمین سینٹ، سپیکر قومی اسمبلی کے لئے توسیع کیا جائے۔

b. اس حلف نامے کو وفاقی کابینہ کے تمام وزرا تک توسیع دینا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ تمام حساس فیصلے یہیں کئے جاتے ہیں اور حساس مشاورت کے لئے مشیروں کا امین و خیر خواہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝﴾ (الأعراف: ۲۰،۲۱)

"شیطان کہنے لگا: "تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ یہاں رہنے والے نہ بن جاؤ۔" پھر ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں فی

الواقع تمہارا خیر خواہ ہوں۔“

اس واقعے سے علم ہوا کہ مشیر کو خیر خواہی کا دعویٰ کرنے والا ہی نہیں، بلکہ حقیقتاً خیر خواہ ہونا چاہیے۔ وگرنہ وہ خیر خواہی کے پردے میں تباہی و بربادی کو مسلط کر سکتا ہے جیسا کہ سیدنا آدم وحوا کے لئے بڑے دھوکے باز شیطان نے یہی کیا۔ چونکہ پاکستان میں مشاورتی جمہوریت قائم ہے، جس میں فرد واحد کی بجائے متعدد افراد کی حکومت ہوتی ہے، اس لئے کابینہ اور وفاقی وزرا سمیت ممتاز حکام کا خیر خواہ ہونا اشد ضروری ہے۔

④ امتناع قادیانیت کے قانون ۱۹۸۴ء کے تحت کلمہ، مسجد، اذان، اسلام، اُمّ المؤمنین اور صحابہ کرام کی مسلم اصطلاحات کا قادیانیوں کے لئے استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے، جبکہ قادیانی

a. اپنے لئے 'دین حق'
b. اسلامیات کی تعلیم کے لئے قادیانی اساتذہ
c. MTA یعنی 'مسلم ٹی وی احمدیہ'
d. رضی اللہ عنہ کی جگہ 'اللہ ان سے راضی ہوا'
e. مرزا اور اس کے متعلقین کے لئے علیہ السلام یا اس کے مخفف ' ' کو استعمال کرنا
f. مرزا کو 'مسیح موعود' یا 'مہدی' کہنا
g. مرزا کے جانشینوں کو 'خلیفۃ المسیح' قرار دینا یا اپنے نظام کو خلافت کہنا
h. فوت شدگان کو رحمۃ اللہ، نور اللہ مرقدہ، قدس اللہ سرہ، رحمۃ اللہ علیہ، شہید، مرحوم
i. 'جنت الفردوس' وغیرہ بولنا، یا ان کے اُردو تراجم بولنا
j. کلمہ طیبہ یا 'بسم اللہ' کو کتبہ قبر پر لکھنا
k. مسلمان قبرستان میں دفن ہونا
l. مسجد کی ہیئت پر اپنی عبادت گاہ کو بنانا، وغیرہ
m. عید الاضحیٰ اور عید الفطر منانا اور عید قربان پر قربانی کرنا
n. اپنی عبادت کو نماز اور روزہ قرار دینا

ایسی بہت سے چیزیں ہیں، جو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان سب پر بھی پابندی ہونی چاہیے۔

⑤ اسلامی نام اور 'احمدیہ' کے لفظ کو بھی اختیار کرنا قادیانیوں کے لئے ناجائز ہے۔ پاکستانی معاشرے میں مسلمان اسلامی اور صحابہ کرام کے ناموں کو ہی استعمال کرتے ہیں، اور کوئی مسلمان یوحنا، متی، میتھیو، کمار، وغیرہ جیسے نام نہیں رکھتا۔ عمل میں کوتاہ لوگوں کے ہاں بھی دین، رحمن، ہاشمی، بخاری، ترمذی، سید جیسے نام

ہی بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ اس سے علم ہوتا ہے کہ ناموں کے ذریعے مذہبی تشخص کا اظہار پاکستان کی ایک مسلمہ عمرانی روایت ہے جس پر اس وقت تک پوری پابندی سے عمل ہوتا ہے۔ قادیانی مسلمان نہیں، نہ ہی عیسائی اور یہودی ہیں کیونکہ سیدنا عیسیٰ کا تذکرہ مرزا قادیانی نے نہایت گندی زبان سے کیا ہے۔ ان کا مذہب ایک مستقل مذہب ہے، جس کا الہامی مذاہب سے کوئی تعلق نہیں، اس بنا پر قادیانیوں کا اپنے آپ کو احمدی قرار دینا خلافِ واقعہ ہے کہ مرزا قایادنی کا نام احمد نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی[1] ہے۔

ثانیاً: 'احمد' تو مسلمانوں کا نام ہے، یہ ان کے نبی کا نام ہے جو قرآن کریم میں آیا ہے:

﴿وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝۶﴾ (الصف:٦)

"ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا۔"

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"احمد کے دو معنی ہیں: ایک اپنے پروردگار کی بہت زیادہ حمد بیان کرنے والا۔ دوسرے وہ جس کی بندوں میں سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ اور یہ دونوں صفات آپ کی ذاتِ اقدس میں پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے خود ہی فرمایا ہے کہ "میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، اللہ میری وجہ سے کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں۔ یعنی لوگ میری پیروی پر حشر کئے جائیں گے اور میں عاقب (تمام پیغمبروں کے بعد آنے والا) بھی ہوں۔"[2]"

اس بنا پر اُنہیں 'احمدی' قرار دینا بھی سراسر ناجائز ہے، انہیں مرزائی سمجھنا اور کہنا چاہیے۔ احمدی قرار دے کر ہم مرزائی دجل وفریب اور اسلامی شعائر پر ہاتھ صاف کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ اسلام غیر مسلموں کو مسلم معاشرے میں خالص اسلامی نام استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس پر اجماعِ صحابہ[3] ہے۔

اسی طرح قادیانیوں کو اسلامی اور متبرک شخصیات کے نام رکھنے سے بھی قانوناً روکنا چاہیے، اور اُنہیں کوئی ایسا نام نہیں رکھنا چاہیے جس سے مسلمانوں سے ان کا کوئی اشتباہ ہو، یا اسلام سے قربت کا کوئی قرینہ سمجھ میں آئے۔ ہر مرزائی کے لئے محمد، احمد، انبیا اور صحابہ کرام وصحابیات اور مسلم ائمہ کرام کے ناموں کو استعمال کرنے پر پابندی ہونی چاہئے۔ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

---

1 قادیان بھی اللہ کی زمین اور ہندوستان کے ایک علاقے کا نام ہے۔ اس لئے ان کا نام قادیانی کی بجائے مرزائی ہی بہتر ہے۔

2 بخاری، کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ الصف، حدیث :٤٨٩٦

3 وَلَا نتكلَّمَ بِكَلامِهِمْ وَأَنْ لا نتكنّى بِكُناهُمْ (احكام اهل الملل: رقم ١٠٠٠)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ذریعے تجدیدِ عہد کے مواقع

سالم بن سعد الطویل　　ترجمہ: حافظ ابوبکر عتیق[1]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ (کی دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری) کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (الانبیاء:۲۵)

''آپ ﷺ سے پہلے بھی جس پیغمبر کو ہم نے بھیجا، اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل:۳۶)

''ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا کہ صرف ایک رب کی بندگی کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو پیدا کیا اور جنت وجہنم کو وجود بخشا، جہاد اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو مشروع قرار دیا، اسی طرح توحید کے قیام کے لئے حلال چیزوں کی حلت اور حرام کاموں کی حرمت کو واضح کیا۔

حافظ ابن قیم ؒ نے فرمایا:

''یہ کلمہ توحید ایسا کلمہ ہے جس کی خاطر ہی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمانوں کو قائم کیا اور اسی کلمہ پر ہی تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے، اسی پر ملت (دین) کی اساس ہے اور قبلہ کو مقرر کیا گیا، اور یہ (کلمہ توحید) محض اللہ تعالیٰ کا تمام بندوں پر حق ہے، اور اسی کلمہ کی وجہ سے ہی مسلمانوں کے خون، مال اور اولاد محفوظ ہیں اور یہی عذابِ قبر اور جہنم سے نجات کا باعث ہے۔ اور یہ ایسا منشور ہے جس کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، اور ایسی رسّی ہے جس کے ساتھ تعلق قائم کئے بغیر اللہ

---

[1] مدیر مرکز ابن القیم برائے تحفیظ القرآن الکریم، جی ٹی روڈ، موڑ ایمن آباد، ضلع گوجرانوالہ

تعالیٰ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اور یہی کلمہ اسلام اور دار السلام (سلامتی والے گھر) کی چابی ہے۔ اسی کے ذریعے نیک وبد (شقی وسعید) اور مقبول و مردود لوگوں کی تقسیم ہوتی ہے، اسی کے ساتھ دار الکفر، دار الایمان سے جدا (منفصل) اور دار النعیم، دارِ شقاوت وذلت سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور یہ ایسا عمود (ستون) ہے جو فرائض وسنن کا حامل ہے، اور جس شخص کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہوا، وہ جنت میں داخل ہو گا۔"[1]

یہ کلمہ انسان کی نجات کا سبب اور تمام برائیوں کے مقابلے میں بھاری ہے، جیسا کہ حدیث بطاقہ میں ہے:

إِنَّ اللهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَكَ عُذْرٌ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ احْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ ﷺ: فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتْ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتْ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللهِ شَيْءٌ.[2]

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری اُمت کے ایک شخص کو چھانٹ کر نکالے گا اور سارے لوگوں کے سامنے لائے گا اور اس کے سامنے (اس کے گناہوں کے) ننانوے رجسٹر پھیلائے جائیں گے، ہر رجسٹر حد نگاہ تک ہو گا۔ پھر اللہ عزوجل پوچھے گا: کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تم پر میرے محافظ کاتبوں نے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں اے میرے ربّ! پھر اللہ کہے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ تو وہ کہے گا: نہیں، اے میرے ربّ! اللہ کہے گا (کوئی بات نہیں) تیری ایک نیکی میرے پاس ہے۔ آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم (وزیادتی) نہ ہو گی، پھر ایک پرچہ نکالا جائے

١ حافظ ابن قيم، الداءوالدواء :ص ٣٠١

٢ جامع الترمذي :أَبْوَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَمُوتُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ)، رقم: ٢٦٣٩

گا جس پر أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لکھا ہو گا۔ اللہ فرمائے گا: جاؤ اپنے اعمال کے وزن کے موقع پر (کانٹے پر) موجود رہو، وہ کہے گا: اے میرے ربّ! ان دفتروں کے سامنے یہ پرچہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ فرمائے گا: تمہارے ساتھ زیادتی نہ ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ تمام دفتر (رجسٹر) ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں، پھر وہ سارے دفتر اٹھ جائیں گے، اور پرچہ بھاری ہو گا۔ (اور سچی بات یہ ہے کہ) اللہ کے نام کے ساتھ (یعنی اس کے مقابلہ میں) جب کوئی چیز تولی جائے گی، تو وہ چیز اس سے بھاری ثابت نہیں ہو سکتی۔"

کلمہ توحید کے دو رکن ہیں جن کے بغیر اس کا قیام ممکن نہیں، وہ دونوں رکن: نفی اور اثبات ہیں، لا إله نفی ہے اور إلا الله اثبات ہے، اس لیے صرف لا إله کہنا کافی نہیں کیونکہ اس میں مطلق اُلوہیت کی نفی ہے جیسا کہ إلا الله کہنا کافی نہیں کیونکہ اس جملہ میں غیر اللہ کے الٰہ ہونے کی نفی نہیں ہے۔ لیکن جب ہم لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کہتے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی اُلوہیت سے نفی اور صرف اللہ وحدہ لا شریک کی اُلوہیت کا اثبات کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے، جان لیں کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

"یہ سب اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔" (لقمان:۳۰)

اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے کو جان لینے سے اس شخص کی تفسیری غلطی بھی واضح ہو گئی جو لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کی باطل تفسیریں کرتا ہے، مثلاً بعض کا خیال ہے کہ اس کا مطلب ہے: لا خالق إلا الله یعنی "کوئی اللہ کے سوا پیدا کرنے والا نہیں۔" اور اسی طرح لا رازق إلا الله یا لا قادر علی الاختراع إلا الله یعنی "کوئی اللہ کے سوا قادر اور رازق نہیں۔" اور اسی طرح کی تفسیریں۔ اور اس تفسیر کے غلط ہونے پر اوّلین مشرکین کا لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کہنے سے تکبر کرنا بھی دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (الصافات:۳۵)

"یہ وہ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے۔"

باوجود اس کے کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ (لقمان: ۲۵)

"اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔"

پس عرب جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا، وہ تو لا إلٰہ کی تفسیر معبود کے ساتھ کرتے ہیں اور خالق، رازق یا موجد وغیرہ کے ساتھ نہیں کرتے۔

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ اکثر مواقع پر کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سے تجدید عہد کرتے تھے۔ تو ایک مسلمان کو بھی چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتا رہے تاکہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سے اس کا بھی تجدید عہد ہوتا رہے، اسی پیش نظر میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو اور آپ کو بھی ایسے مواقع سے آگاہ کروں کیونکہ ﴿ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الذاریات: ۵۵) "کیونکہ نصیحت اہل ایمان کو فائدہ دیتی ہے"

یہ مواقع (مناسبات) درج ذیل ہیں:

① رات نیند میں جب کروٹ بدلی جائے تو اس وقت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنا مستحب ہے: جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص دوران نیند بیدار ہو جائے تو کہے: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي أَوْ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قُبِلَت صَلَاتُهُ»[1]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اسی کی ہے۔ اور تمام تعریفات اسی کی ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ میں اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ وہ سب سے بڑا ہے۔ نیکی کرنے کی اور برائی سے بچنے کی طاقت اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے: (اللهم اغفِرْ لی) "اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔" یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو

---

١ صحيح البخاري، كِتَابُ التَّهَجُّدِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى: ١١٦٧

اس کی نماز بھی قبول ہوتی ہے۔"

② اذان اور اقامت میں لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کے ساتھ تجدید عہد: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب مؤذن الله أكبر، الله أكبر کہے تو تم میں سے ہر ایک الله أكبر الله أكبر کہے، پھر جب مؤذن کہے: أشهد أن لاإله إلا الله تو وہ بھی کہے: أشهد أن لا إله إلا الله۔ پھر مؤذن أشهد أن محمدًا رسول الله کہے تو وہ بھی أشهد أن محمدًا رسول الله کہے، پھر مؤذن حي على الصلاة کہے تو وہ لا حول ولا قوة إلا بالله کہے، پھر مؤذن حي على الفلاح کہے، تو وہ لا حول ولا قوة إلا بالله کہے، پھر مؤذن الله أكبر الله أكبر کہے، تو یہ بھی الله أكبر الله أكبر کہے، پھر مؤذن لا إله إلا الله کہے تو وہ بھی اپنے دل سے لا إله إلا الله کہے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔"[1]

جس نے دل کی گہرائیوں سے یہ کلمات کہے، وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔

③ وضو کرنے کے بعد کلمہ توحید لا إله إلا الله کہنا: سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کامل وضو کرے پھر یہ دعا پڑھے: «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللهِ، وَابْنُ أَمَتِهِ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ»[2]

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے، اس کی بندی کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف القا کیا تھا، اور اس کے حکم سے بھیجی گئی روح ہیں، اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے، اس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے گا، جنت میں داخل کر دے گا۔"

④ دعائے استفتاح (نماز کے شروع کرنے کی دعا) میں کلمہ توحید کا ذکر ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

١ صحيح مسلم، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ لِمَنْ سَمِعَهُ... :٨٦٩

٢ صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا: ١٤٤

نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ پڑھتے:
«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ»[1]
''اے اللہ! تو پاک ہے، میں تیری تعریف کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے، تیری عظمت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔''

⑤ تشہد میں کلمہ توحید پڑھنا مشروع ہے: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جیسے ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے:
«التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ، الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لله، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ الله وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ الله الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا الله، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ الله»[2]
''بقا و بادشاہت، عظمت و اختیار اور کثرت خیر، ساری دعائیں اور ساری پاکیزہ چیزیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

⑥ ہر نماز کے بعد مسنون اذکار میں کلمہ توحید لا إله إلا الله کہنا مستحب ہے:
سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہے اور ایک بار ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ''[3] کہے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی ہوں۔''
عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو دعا فرمایا کرتے:
«لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا

١ جامع الترمذي، أبوابُ الصَّلاةِ عَنْ رَسُولِ الله ﷺ، بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلاةِ: ٢٤٨
٢ صحيح مسلم، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الصَّلَاةِ: ٩٢٢
٣ مسند احمد: مسند ابي هريرة، رقم ٨٨٣٤، إسناده صحيح على شرط مسلم

حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ»[1]

"ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، حکومت اور فرمانروائی اسی کی ہے اور وہی شکر وستائش کا حقدار ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہوں سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی سے (ملتی) ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ و معبود نہیں۔ ہم اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرتے، ہر طرح کی نعمت اور سارا فضل و کرم اسی کا ہے، بہترین تعریف کا سزاوار بھی وہی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اس کے لیے دین میں اخلاص رکھنے والے ہیں، چاہے کافر اس کو (کتنا ہی) ناپسند کریں۔"

⑦ خطبہ مسنونہ میں بھی نبی کریم ﷺ کلمہ توحید پڑھا کرتے تھے:

إِنَّ الْحَمْدَ لله نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ...[2]

"یقیناً تمام حمد اللہ کے لیے ہے، ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں، جس کو اللہ سیدھی راہ پر چلائے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ چھوڑ دے، اسے کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہی اکیلا (معبود) ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حمد و ثنا کے بعد..!"

⑧ شب و روز کے بعض اذکار میں بھی لا إله إلا الله سے تجدید عہد ہے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایک دن میں ۱۰۰ بار پڑھے

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»[3]

"جو شخص دن بھر یہ دعا دو مرتبہ پڑھے گا: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ بادشاہت اسی کی ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اسی کے لیے ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت

---

١ صحيح مسلم، كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ...:١٣٦٦

٢ صحيح مسلم، كِتَابُ الْجُمُعَةِ، بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ:٢٠٤٣

٣ صحيح البخاري، كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ، بَابُ صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ:٣٣١٤

رکھنے والا ہے۔ اسے دس غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔ سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں اس سے مٹا دی جائیں گی۔ مزید بر آں وہ شخص سارا دن شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا، نیز کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہیں لے کر آئے گا، البتہ وہ شخص جو اس سے زیادہ عمل کرے (اسے زیادہ ثواب ملے گا)۔''

کلمہ توحید لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کا ذکر نبی کریم ﷺ نے سید الاستغفار میں بھی کیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا شداد بن اوس نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لاَ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ[1]

''اے اللہ! تو میرا ربّ ہے۔ تیرا ہی بندہ ہوں۔ میں ان بری حرکتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو میں نے کی ہیں۔ جو تیری نعمتیں ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ میری مغفرت کر دے۔ بلاشبہ تیرے سوا کوئی بھی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ دعا (سید الاستغفار) صبح کو صدقِ دل سے پڑھے پھر اسی دن شام سے پہلے فوت ہو جائے وہ جنتی ہو گا اور جو رات کو پڑھے اور صبح سے پہلے فوت ہو جائے، وہ جنتی ہو گا۔''

⑨ بڑی مصیبت کے وقت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ سے دعا کرنا مشروع ہے:

کیونکہ توحید ہی ہر مصیبت سے نجات اور خلاصی کا سب سے بڑا سبب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا کی تھی: «لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ»[2]

''اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود بر حق نہیں تو پاک ہے، میں ہی قصوروار ہوں۔'' اگر کوئی مسلمان اپنی حاجت کے وقت یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔''

⑩ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ افضل ذکر ہے: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

١ صحيح البخاري، كِتَابُ الدَّعَوَاتِ، بَابُ أَفْضَلِ الاِسْتِغْفَارِ: ٦٣٦٣

٢ جامع الترمذي، أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ الله ﷺ، بَابُ دَعْوَةُ ذِي النُّونِ: ٣٨٧٣

«أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ»[1]

''سب سے بہتر ذکر لَا إِلٰهَ إِلَّا الله ہے، اور بہترین دعا 'الحمد للہ' ہے۔''

⑪ غم اور پریشانی کے وقت کی دعا:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ»[2]

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو نہایت بردبار اور بہت زیادہ سخی ہے۔ اللہ پاک ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ اور اللہ پاک ہے جو سات آسمانوں کا مالک اور عزت والے عرش کا مالک ہے۔''

⑫ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله یوم عرفہ کی سب سے افضل دعا:

سیدنا عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دعا مانگنے کا بہترین موقع یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں) اور سب سے بہتر دعا میری اور میرے پیش رو انبیا علیہم السلام کی دعا ہے، یعنی «لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»''[3]

⑬ حج اور عمرہ کرنے والے کو صفا اور مروہ پر دورانِ سعی کلمہ توحید لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کہنا مستحب ہے:

سیدنا جابر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»[4]

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، ساری بادشاہت اسی کی ہے اور ساری تعریف اسی کے لئے ہے۔ اکیلے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس نے اپنا وعدہ خوب پورا کیا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی، تنہا (اسی نے) ساری جماعتوں (فوجوں) کو شکست دی۔''

---

١ جامع الترمذي، أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِ مُسْتَجَابَةٌ: ٣٧٣٥

٢ سنن ابن ماجه، كِتَابُ الدُّعَاءِ، بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ: ٤٠٠٠

٣ جامع الترمذي، أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَابٌ فِي دُعَاءِ يَوْمِ عَرَفَةَ: ٣٩٦٧

٤ صحيح مسلم، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ: ٣٠٠٥

⑭ تمام انبیاء ورسل کلمہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ساتھ مبعوث ہوئے:

جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی دعوت کے لیے بھیجا، اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی اپنے سفیروں اور دعاۃ کو سب سے پہلے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی دعوت دینے کے لیے بھیجتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ»[1]

''تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو، وہاں جا کر اُنہیں پہلے کلمہ توحید کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں... الخ۔''

⑮ قریب المرگ انسان کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تلقین کرنا:

ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ»[2]

''اپنے مرنے والے لوگوں کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تلقین کرو۔'' موتاکم سے مراد فوت شدہ نہیں بلکہ وہ شخص ہے جو قریب المرگ ہو، ایسے شخص کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تلقین کرو۔ کیونکہ مردہ شخص تو سنتا ہی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ (الروم:۵۲) ''یقیناً آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ (الفاطر:۲۲) ''جو قبروں میں ہیں آپ ﷺ اُنہیں نہیں سنا سکتے۔'' اس پر آپ ﷺ کا وہ قول دلالت کرتا ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنے چچا جناب ابو طالب کو جب وہ قریب الوفات تھے، فرمایا تھا:

«أَيْ عَمِّ! قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ»[3]

''اے چچا! لا إله إلا الله کہہ دیں۔ میں اس وجہ سے اللہ کے پاس آپ کے لیے حجت قائم کر سکوں گا۔ لیکن جب انہوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے سے انکار کیا اور اسی حالت میں ان کی موت

---

۱ صحيح البخاري، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ بَعْثِ أَبِي مُوسَى، وَمُعَاذٍ إِلَى اليَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الوَدَاعِ: ۴۳۸۰

۲ صحيح مسلم، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ تَلْقِينِ الْمَوْتَى لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ: ۲۱۶۱

۳ صحيح البخاري، كِتَابُ مَنَاقِبِ الأَنْصَارِ، بَابُ قِصَّةِ أَبِي طَالِبٍ: ۳۹۱۴

واقع ہو گئی تو ان کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ نہیں فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا الله کہو۔

⑯ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا الله کی خاطر لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا، اور یہی کلمہ لوگوں کی جان و مال کا ضامن ہے:

جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا الله، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ الله، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الإِسْلاَمِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى الله »[1]

''مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پورے آداب سے نماز ادا کریں اور زکاۃ دیں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنے مال و جان کو مجھ سے بچا لیا، سوائے حق اسلام کے۔ اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''

حضرت مقداد بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے، اُنہوں نے کہا:

''اللہ کے رسول! اگر کسی کافر سے میرا آمنا سامنا ہو جائے اور ہم دونوں ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش میں لگ جائیں اور وہ لڑائی میں میرا ایک ہاتھ اُڑا دے، پھر وہ مجھ سے خوفزدہ ہو کر کسی درخت کی پناہ لے اور مجھ سے کہے کہ میں تو اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا ہوں تو کیا اللہ کے رسول! میں اسے قتل کروں جبکہ وہ ایسا کہتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو۔'' اُنہوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! (پہلے) وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے اور میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے یہ اقرار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے ہرگز قتل نہ کرو ورنہ اس کو وہ درجہ حاصل ہو گا جو تجھے اس کے قتل سے پہلے تھا اور تیرا حال وہ ہو جائے گا جو کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے اس کا تھا۔''[2]

---

١ صحيح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابٌ ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلاَةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ ...﴾ (التوبة: ٥): ٢٥

٢ صحيح البخاري، كِتَابُ المَغَازِي، بَابٌ...: ٤٠٥١

⑰ کلمہ توحید لاَ إِلٰهَ إِلَّا الله کی عظیم فضیلت:

اس کلمہ کی سب سے عظیم فضیلت یہ ہے کہ اس کے قائل کے لیے جنت میں داخلہ واجب اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے سے نجات واجب ہو جاتی ہے یعنی جو لاَ إِلٰهَ إِلَّا الله کے عقیدہ پر فوت ہوا، اگرچہ وہ اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم میں گیا لیکن پھر اسے نکال لیا جائے گا، وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا الله، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الجَنَّةَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: «وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ» قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: «وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ» قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: «وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ »[1]

”جو کوئی لاَ إِلٰهَ إِلَّا الله کہے اور اسی عقیدے پر فوت ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔“ میں نے عرض کی: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو۔ میں نے پھر عرض کی: چاہے اس نے زنا کیا ہو۔ چاہے اس نے چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ”چاہے اس نے زنا کیا ہو چاہے اس نے چوری کی ہو۔“ میں نے پھر کہا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اگرچہ چوری کی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے: اگرچہ ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔“ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے لاَ إِلٰهَ إِلَّا الله کہا، آخر کار اسے نجات مل جائے گی خواہ وہ اس سے قبل کیسے ہی عذاب میں مبتلا رہا۔“[2]

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کی رغبت دلائی ہے کہ ہمارا آخری کلام (موت سے پہلے) لاَ إِلٰهَ إِلَّا الله ہو جیسا کہ معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

« مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله دَخَلَ الْجَنَّةَ»[3]

---

١ صحيح البخاري، كِتَابُ اللِّبَاسِ، بَابُ الثِّيَابِ البِيضِ:٥٨٧٦
صحيح مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ...:٢٧٨
٢ مسند البزار و مصنف عبدالرزاق، صححه الالباني فی السلسلة الصحيحة: ١٩٣٢
٣ سنن أبي داؤد، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابٌ فِي التَّلْقِينِ:٣١٢٩ ، حكمه: صحيح

”جس کی آخری بات لَا إِلٰهَ إِلَّا الله ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

⑱ مسلمان کے لیے لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کہنا بدشگونی سے کفارہ ہے:

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ، فَقَدْ أَشْرَكَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا كَفَّارَةُ ذَلِكَ؟ قَالَ: أَنْ يَقُولَ أَحَدُهُمْ: اللهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ»[1]

”جو بدشگونی کی بنا پر کوئی کام چھوڑ دے تو اس نے شرک کیا۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا کفارہ کیا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ فوراً یہ دعائیہ کلمات کہے: ”اے اللہ! تیرے سوا کچھ نہیں ہر قسم کی بھلائی بھی صرف تیری ہی بھلائی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔“

⑲ ہر مسلمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے ہر اہم کام کے لیے لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کہنا چاہئے:

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے ان کے پاس آئے اور فرما رہے تھے:

”لَا إِلٰهَ إِلَّا الله! ہلاکت ہو عرب کے لیے برائی سے، یقیناً یاجوج ماجوج کے (دیوار کو) توڑ کر آزاد ہونے کا دن اس طرح قریب آگیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ (دائرہ) بنا کر دکھایا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم ہلاک کئے جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں لیکن اس وقت جب خباثت زیادہ ہو جائے گی۔“

⑳ غیر اللہ کی قسم اٹھانے والے کا کفارہ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله کہنا ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله»[2]

---

١ مسند أحمد: ٧٠٤٥، السلسلة الصحيحة للألباني: ١٠٦٥

٢ صحيح البخاري، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، بَابُ قَوْلِهِ ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالعُزَّى﴾: ٤٨٩٦

"جو شخص قسم اٹھائے اور اپنی قسم میں لات وعُزیٰ کا نام لے تو اسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنا چاہیے۔"

یہ کلمہ اس غیر اللہ کی قسم کا کفارہ بن جائے گا۔

عزیز مسلمان! ہر مسلمان کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ساتھ تجدیدِ عہد کرتے رہنا چاہیے۔ اس کو ہر دم یاد رکھنا اور مضبوطی سے تھامنا چاہیے تاکہ اس کے مفاہیم پر یقین میں اضافہ اور اس کے تکرار سے اللہ کی رضا حاصل ہو۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس رات مجھے معراج کرائی گئی، اس رات میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "اے محمد! اپنی امت کو میری جانب سے سلام کہہ دینا اور انہیں بتادینا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی (زرخیز) ہے، اس کا پانی بہت میٹھا ہے، اور وہ خالی پڑی ہوئی ہے اور اس کی باغبانی: «سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ للہِ وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللہُ وَاللہُ أَكْبَرُ» سے ہوتی ہے۔"[1]

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَرْبَعٌ أَفْضَلُ الْكَلَامِ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ للہِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللہُ وَاللہُ أَكْبَرُ»[2]

"یہ چار کلمات: سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ للہِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللہُ وَاللہُ أَكْبَرُ بڑی فضیلت کے حامل ہیں۔ آپ ان میں سے کسی سے بھی شروع کرو تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

عزیز قاری! اس تحریر کو پڑھتے ہوئے آپ نے دسیوں بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ساتھ مضبوط تعلق رکھنے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسی کلمہ توحید پر ہماری موت آئے۔ تمام تعریفیں پہلے اور آخر میں اللہ جل جلالہ کے لیے ہیں۔

---

١ جامع الترمذي، أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَابٌ فِي أَنَّ غِرَاسَ الجَنَّةِ سُبْحَانَ اللهِ ...: ٣٨٢٥

٢ سنن ابن ماجه، كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ فَضْلِ التَّسْبِيحِ: ٣٩٢٧

وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور کا
کیلنڈر 'نظامِ اوقاتِ نماز'

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ

تقریباً دو سال پہلے وزارتِ مذہبی اُمور کی طرف سے اسلام آباد میں موجود مساجد کے لیے اوقاتِ نماز کے تعین کا اعلان کیا گیا۔ اتحادِ اُمت کے تناظر میں بظاہر یہ خوش کن امر ہے لیکن حقیقت میں اپنے اندر بہت سی خرابیاں لیے ہوئے تھا۔ ایسی خرابیاں جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف بھی تھیں۔ کچھ عرصے کے لیے یہ معاملہ پس منظر میں چلا گیا، لیکن سننے میں آیا ہے کہ وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور سنجیدگی سے اس پر عمل کرنا چاہتی ہے اور اس کے لیے باقاعدہ قانون سازی اور بل کی تیاری کر رہی ہے جو منظوری کے بعد باقاعدہ قانون بن جائے گا۔ زیر نظر سطور میں اس متوقع اقدام کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

① 'کیلنڈر نظام اوقات' دین میں دخل اندازی ہے اور اس طرح شرعی حکم پر عمل سے روکا گیا ہے:

'کیلنڈر نظام اوقات' میں دین میں دخل اندازی اور اس بات سے روکنا ہے جس کی شرعی حیثیت جناب رسول کریم ﷺ نے اپنے قول وعمل سے اُمت کے لیے بیان فرمائی۔

اس حقیقت کو اُجاگر کرنے کی غرض سے ذیل میں دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱): کیلنڈر میں اذان عصر کا وقت [۵ تا ۱۸ جولائی] ۵ بج کر ۱۴ منٹ ہے۔ [اور یہ وہ وقت ہے، جب اسلام آباد میں ہر چیز کا سایہ دو مثل ہوتا ہے۔]

نبی کریم ﷺ کی سنتِ طیبہ سے ثابت ہے کہ اذان عصر کا وقت [ہر چیز کا سایہ ایک مثل] کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور اسلام آباد میں [۵ تا ۱۸ جولائی] اس وقت کا آغاز ۳ بج کر ۵۷ منٹ پر ہو جاتا ہے۔ اب ۳:۵۷ سے ۵:۱۴ کے درمیانی وقت [ا گھنٹہ ۱۷ منٹ] میں عصر کی اذان دینا اس کیلنڈر کے قانونی شکل اختیار کرنے کی صورت میں خلافِ قانون ہو گا اور خلافِ قانون کام کا ارتکاب کرنے والا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ سزا... سرزنش یا جرمانہ یا قید یا تینوں سزاؤں کا... مستحق قرار پائے گا۔

جس کام کا آغاز نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک سے ہوا، وہ خیر القرون سے ہوتے ہوئے، صدیوں میں جاری و ساری رہتے ہوئے، پندرھویں صدی کے اڑتیسویں سال [۱۴۳۸ھ] میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی

سرزمین میں جرم بن جائے۔ اور یہ وہی سنت نبوی ﷺ، جس پر آج بھی دنیا بھر میں اہل حدیث مساجد میں توفیق الٰہی سے عمل ہو رہا ہے۔ کیا اس قسم کے 'کیلنڈر اوقاتِ نماز' کو نافذ کرنا درست ہو سکتا ہے؟

دو شبہات کا ازالہ

اوّل: کسی کو یہ مغالطہ نہ رہے کہ اس نظام اوقات کے قانون بن جانے کے باوجود، مقرر کردہ اوقات سے پہلے اذان کہنے سے روکا نہ جائے گا۔ اور جس وقت بھی کوئی اذان دینا چاہے، ان پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو گی۔

یہ کہنا درست نہیں، کیونکہ اگر اذان کے اوقات میں یہ اختیار باقی رہنا ہے، تو پھر اس 'کیلنڈر اوقات نماز' کو قانونی شکل دینے کی کیا حکمت ہے؟ ایسی صورتِ حال تو قانون بنائے بغیر پہلے ہی سے موجود ہے۔

دوم: کوئی شخص اس غلط فہمی کا بھی شکار نہ ہو کہ اذانِ عصر تاخیر سے دینا بھی تو جائز ہے، لہٰذا اسے قانونی شکل دینے میں کیا قباحت ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ شدید ترین خرابی اور سنگین ترین قباحت مقرر کردہ وقت سے پہلے ثابت شدہ وقت میں اذانِ عصر دینے کی ممانعت میں ہے۔ کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں؟ کیا یہ شریعتِ اسلامیہ اور اُمتِ اسلامیہ میں تواتر سے ثابت شدہ جائز کام کو ناجائز قرار دینا نہیں؟

کیا اس صورتِ حال پر حسب ذیل آیتِ شریفہ صادق آنے کا خدشہ نہیں؟

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (سورۃ الشوریٰ:۲۱)

"یا اُن ہی کے لیے ایسے شریک ہیں، جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا، جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔"

(ب): 'کیلنڈر اوقات نماز' میں یکم جنوری سے ۳۱ دسمبر تک، اذانِ مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے پانچ منٹ بعد رکھا گیا ہے۔ اس کے برعکس سنتِ طیبہ سے اذانِ مغرب کے وقت کا آغاز غروبِ آفتاب ہے۔

امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُصَلِّى الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ [1]

"بے شک نبی کریم ﷺ سورج غروب ہو جانے، چھپ جانے کے وقت مغرب پڑھتے۔"

امام نووی لکھتے ہیں:

---

۱ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، رقم الحدیث ۲۱۶۔(۶۳۶)، ۱/۴۴۱

"إِذا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوارَتْ بِالْحِجاب."[1]

"دونوں الفاظ ہم معنیٰ ہیں اور ایک دوسرے کی تفسیر ہے۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"وَتَوارَتْ بِالْحِجاب" "یعنی چھپ جاتا، یہ "غَرَبَتِ الشَّمْسُ" کی تفسیر اور تاکید ہے۔"[2]

امام مسلم نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ انھوں نے فرمایا:

"كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا، وَإِنَّه لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ"[3]

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب پڑھتے، تو ہم میں سے ایک [مسجد سے] لوٹتا، تو وہ اپنے نیزے کے گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔"

علامہ نووی شرح حدیث میں لکھتے ہیں:

"اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ سورج غروب ہوتے ہی اس کے اوّل وقت میں اسے ادا کرنے میں جلدی کرتے۔"

پھر علامہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں حدیثوں کے متعلق رقم طراز ہیں:

"وَفِيْ هٰذَيْنِ الْحَدِيْثَيْنِ أَنَّ الْمَغْرِبَ تُعَجَّلُ عَقِبَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ، وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ وَقَدْ حُكِيَ عَنِ الشِّيْعَةِ فِيْهِ شَيْئٌ لَا الْتِفَاتَ إِلَيْهِ، وَلَا أَصْلَ لَه."[4]

"ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ بے شک مغرب سورج کے غروب ہوتے ہی جلدی ادا کی جاتی ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اس بارے میں شیعہ سے کچھ چیز حکایت کی گئی ہے، [لیکن] وہ نہ تو قابل توجہ ہے اور نہ اس کی کوئی اساس ہے۔"

علامہ قرطبی ؒ نے قلم بند کیا ہے:

"قوله: «اِذا غَرَبَتِ الشَّمْسُ»: أَيْ سَاعَةَ تَغْرُبُ، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى تَأَهُّبِه قَبْلَ وَقْتِهَا،

---

۱ شرح النووی: ۵/۱۳۶-۱۳۵

۲ فتح الملہم: ۴/۳۶۲

۳ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، رقم الحدیث: ۲۱۷، (۶۳۷)، ۱/۴۴۱

۴ شرح النووی: ۵/۱۳۶

وَمُرَاقَبَةِ وَقْتِهَا"[1]

"آنحضرت ﷺ کا ارشاد: «إذا غربت الشمس» "یعنی غروب ہوتے ہی" یہ آنحضرت ﷺ کے اس کے وقت [داخل ہونے] سے پیشتر [ہی] اس کے لیے تیار ہو جانے اور اس کے وقت کا خیال رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔"

ضروری تنبیہ: اگر یہ کہا جائے، کہ غروب آفتاب کے پانچ منٹ بعد اذان دینا ممنوع نہیں، جائز ہے۔ تو عرض کیا جائے اس مقام پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ غروبِ آفتاب سے لے کر اس کے چار منٹ بعد تک مجوزہ کیلنڈر اوقات کے مطابق، اذانِ مغرب دینا ممنوع، جرم اور موجب سزا ہو گا۔ تو کیا مزعومہ اتفاق و اتحاد کے نام پر سنت نبوی سے ثابت، بلکہ افضل و اعلیٰ بات کو جرم اور موجبِ سزا ہونے پر موافقت کی جائے گی؟

② مسنون اوقاتِ نماز اور حکومتی کیلنڈر کے اوقات میں بعض اوقات بہت زیادہ فرق ہونا:

سنتِ نبوی ﷺ اور کیلنڈر اوقات نماز میں فرق کے متعلق یہ نہ سمجھا جائے کہ فرق بہت معمولی اور قلیل ہے۔ بسا اوقات دونوں میں نمازِ عصر کے اوقات میں فرق نہایت زیادہ ہے۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

'کیلنڈر اوقاتِ نماز' کے مطابق

۲۵ جون سے ۴ جولائی تک	اذانِ عصر کا وقت	۵:۱۳
۵ جولائی سے ۱۹ جولائی تک	اذانِ عصر کا وقت	۵:۱۴

سنت کے مطابق

۲۵ جون سے ۲۷ جون تک	اذان عصر کا وقت	۳:۵۵
۲۸ جون سے ۳ جولائی تک	اذان عصر کا وقت	۳:۵۶
۴ جولائی سے ۹ جولائی تک	اذان عصر کا وقت	۳:۵۷
۱۱ جولائی سے ۱۸ جولائی تک	اذان عصر کا وقت	۳:۵۸

دونوں قسم کے نمازِ اوقات میں فرق ا گھنٹہ ۱۶ منٹ، ا گھنٹہ ۱۷ منٹ اور ا گھنٹہ ۱۸ منٹ تک ہے۔

کیا ایک ہی نماز کے اوقات میں ایک گھنٹے سے زیادہ فرق کو معمولی اور قلیل سمجھا جائے؟

---

1 المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: ۲/ ۲۶۳، دار ابن کثیر، بیروت

③ نظامِ اوقات کے وقتِ عصر کا محقق علماے احناف کے ہاں بھی ثابت نہ ہونا:

مجوزہ نظامِ اوقات سے نمازِ عصر کے لیے اس وقت کو بزورِ قانون و قوت جاری کرنے کی تیاری کی جا رہی ہے، جس کا راجح ہونا محقق علمائے احناف کے ہاں بھی ثابت نہیں۔

اس حوالے سے ذیل میں تین شواہد ملاحظہ فرمائیے:

i: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

وَأَمَّا فِيْ قَوْلِنَا: فَإِنَّا نَقُوْلُ: إِذَا زَادَ الْفَيْءُ عَلَى الْمِثْلِ، فَصَارَ مِثْلَ الشَّيْءِ وَزِيَادَةً مِنْ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ. وَأَمَّا أَبُوْ حَنِيْفَةَ رحمه الله فَإِنَّهُ قَالَ: "لا يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ حَتّٰى يَصِيْرَ الظِّلُّ مِثْلَيْهِ."[1]

"جہاں تک ہمارے قول کا تعلق ہے، تو بے شک ہم کہتے ہیں: "جب سایہ ایک مثل ہو جائے، [یعنی] جب سورج کے زوال کے وقت سے سایہ، چیز اور اس سے کچھ زیادہ ہو جائے، تو عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں تک [امام] ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے، تو بے شک انھوں نے کہا: "عصر کا وقت سایہ کے دو مثل ہونے تک نہیں ہوتا۔"

ii: ہدایہ میں ہے:

"وَآخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ - رحمه الله تعالىٰ- إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوَى فَيْءِ الزَّوَالِ. وَقَالَا: "إِذَا صَارَ الظِّلُّ مِثْلَهُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ - رحمه الله تعالىٰ."[2]

"اور [امام] ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس [نمازِ ظہر] کا آخری وقت زوال کے سائے کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک ہے۔ اور ان دونوں[3] نے کہا: [اس کا آخری وقت] سائے کے ایک مثل ہونے تک ہے اور وہ [امام] ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے [بھی] ایک روایت ہے۔"

ب: علامہ محمد عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَالْإِنْصَافُ فِيْ هٰذَا الْمُقَامِ أَنَّ أَحَادِيْثَ الْمِثْلِ صَرِيْحَةٌ صَحِيْحَةٌ، وَأَخْبَارُ الْمِثْلَيْنِ

---

1 الموطا للامام محمد، کتاب الصلاۃ، ص: ۴۲-۴۳۔ ناشر: وزارۃ التعلیم الفیدرالیہ، اسلام آباد

2 الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت: ۱/ ۱۳۵۔ ناشر: مکتبہ بشری، کراچی

3 یعنی قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے۔

لَيْسَتْ صَرِيْحَةً فِيْ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ إِلَى الْمِثْلَيْنِ." [1]

"اس مقام پر انصاف یہ ہے کہ بے شک مثل والی احادیث صریح اور صحیح ہیں۔ مثلین والی احادیث اس بارے میں صراحت نہیں کرتی، کہ عصر کا وقت مثلین ہونے تک نہیں ہوتا۔"

ج: شیخ محمد تقی عثمانی بیان کرتے ہیں:

"مثلین یعنی ظہر کا وقت ختم ہونے کے سلسلے میں عموماً احناف کی طرف سے تین دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان میں کوئی حدیث بھی اوقات کی تحدید پر صریح نہیں۔ اس کے برخلاف حدیثِ جبریل میں بصراحت پہلے دن عصر کی نماز مثل اوّل میں پڑھنے کا ذکر موجود ہے۔ اس لیے یہ حدیثیں حدیثِ جبریل کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اسی لیے بعض حنفیہ نے مثل اول والی روایت کو لیا ہے۔ کمافی درِّ مختار۔" [2]

سبحان اللہ! حضرات حنفیہ کے بعض کبار محقق ائمہ و علما کے نزدیک غیر راجح رائے کو تو قانونی شکل دی جائے اور نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد سے لے کر اُمت کے ایک طبقے کے ہاں آج تک موجود جاری و ساری سنت کو خلافِ قانون قرار دیا جائے؟

④ نمازِ عصر کے مقرر کردہ وقت کا نمازِ ظہر کے ضائع ہونے کا سبب ہونا:

'اوقاتِ نماز کا مجوزہ کیلنڈر' نمازِ ظہر کے ضائع ہونے کا سبب بنے گا۔ سمجھنے سمجھانے میں آسانی کی غرض سے حسبِ ذیل مثال پر غور فرمائیے:

۲۵ جون سے ۴ جولائی تک

ان دنوں میں ظہر کے وقت کی انتہا ۳ بج کر ۵۵ منٹ اور ۳ بج کر ۵۶ منٹ ہے، کیونکہ ان دنوں میں ہر چیز کا سایہ اسلام آباد میں، اس کے برابر، اسی وقت ہوتا ہے۔

جبکہ مجوزہ کیلنڈر میں وقتِ ظہر کی انتہا ۵ بج کر ۱۳ منٹ ہے، جب کہ ہر چیز کا سایہ دو مثل کے برابر ہوتا ہے۔

دونوں اوقات میں فرق اگھنٹہ ۱۶ منٹ یا اگھنٹہ ۱۷ منٹ ہے۔

اب حدیثِ نبوی کی اتباع کرنے والے اہل حدیث حضرات و خواتین میں سے جو لوگ اس درمیانی وقت

---

۱ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد، ص:۴۴

۲ درس ترمذی، مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی، ۱۹۸۳ء

میں نمازِ ظہر پڑھیں گے، تو وہ ادا ہو گی یا قضا؟... کون شخص اپنے اندر ان سب لوگوں کے نماز ظہر کو فوت کروانے کا بوجھ اٹھانے کی ہمت اور حوصلہ پاتا ہے؟

⑤ افطاری کے لیے اذان کی ممانعت اور سائرن کا بجنا:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اذا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّآئِمُ.»[1]

"جب ادھر سے رات آئے اور ادھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے، تو روزے دار نے [روزہ] افطار کر لیا [یعنی اس کے لیے افطاری کا وقت ہو گیا]۔"

عہدِ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک روئے زمین پر اہل اسلام کی مساجد میں غروبِ آفتاب کے وقت نماز مغرب کی اذان کے ساتھ افطاری کی جاتی ہے۔ اب مجوزہ اوقات نماز کے کیلنڈر کے مطابق اس وقت اذان دینا خلافِ قانون قرار پائے گا، اور اس کی جگہ سائرن بجایا جائے گا۔ اذان دینے کی اجازت پانچ منٹ بعد ہو گی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی شعائر میں سے ایک کو مٹانے کی یہ تجویز!!!

'اتفاق واتحاد' کے نام پر خیر القرون سے اب تک جاری وساری خیر کو مٹا کر ایک غیر اسلامی طریقہ اختیار کیا جائے! کیا آیت شریفہ:

﴿ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ﴾[2] "اسی پر صادق نہیں آتی؟"

کیا یہ طرزِ عمل وہی نہیں، جسے ہمارے نبی کریم ﷺ نے 'مردود' قرار دیا ہے؟

«مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا هٰذا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.»[3]

"جس نے ہمارے اس معاملے [یعنی دین] میں وہ نئی بات کی، جو اس میں نہیں، وہ مردود ہے۔"

---

۱ متفق علیہ... صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم، ح ۱۹۵۴

۲ سورۃ البقرۃ:۶۱ ... "کیا تم وہ چیز جو کمتر ہے، اس چیز کے بدلے مانگ رہے ہو، جو بہتر ہے؟"

۳ متفق علیہ... صحیح بخاری: کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی الصلح، ح ۲۶۹۷

ایک شبہ کا ازالہ

یہ نہ کہا جائے کہ ہمارا مقصود اُمت کی وحدت اور یکجہتی ہے، کیونکہ "اَلْغَايَةُ النَّبِيْلَةُ لَا تُسَوِّغُ ارْتِكَابَ الْمُحَرَّمِ" یعنی "نیک مقصد حرام کے ارتکاب کے لیے وجہ جواز نہیں بنتا۔"

یہ عذر پیش کرنا بھی معقول نہیں، کہ "ہماری نیت صرف خیر کی ہے۔"

کیونکہ کسی کام کے درست قرار دینے کے لیے صرف 'حسن نیت' کافی نہیں، اس کے ساتھ نہایت ضروری بات یہ بھی ہے، کہ وہ عمل اسلامی شریعت کے مخالف نہ ہو۔

کیا حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کا پھل بری نیت سے کھایا تھا۔ بلکہ اُنھوں نے اسے فرشتہ بننے اور جنت میں ہمیشہ رہنے کی خاطر کھایا، لیکن نتیجہ کیا ہوا؟... ارشاد تعالیٰ سماعت فرمایئے:

﴿ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۪ۖ﴾ (سورۃ طٰہٰ:۱۲۱)

"پس دونوں نے اس [ممنوعہ درخت] سے کھایا، تو دونوں کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں اپنے آپ پر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تو وہ بھٹک گئے۔"

⑥ ایک وقت میں نماز وحدتِ اُمت کے لیے ذریعہ، نہ شرط:

ایک وقت میں تمام مساجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے یہ استدلال کرنا، کہ اس سے وحدت اُمت ہو گی، محل نظر ہے۔ کیا کتاب و سنت میں کوئی آیتِ شریفہ یا حدیثِ شریف اس کی تائید کرتی ہے؟

وحدتِ اُمت کے لیے طریقہ وذریعہ "کتاب و سنت کی طرف لوٹنا اور اُنھیں مضبوطی سے تھامنا" ہے۔ اس کے بغیر امت کا اتحاد و اتفاق ممکن نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۧ﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اہل اختیار کی، پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو، تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ [یعنی ایسا کرنا] وہ بہت بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔" (سورۃ النساء:۵۹)

کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانہ مبارک میں، جو کہ بلاشک وشبہ خیر القرون تھا، اہل مدینہ کو تمام مدنی مساجد میں ایک ہی وقت پر نمازیں پڑھنے کا پابند کیا؟... کیا آنحضرت ﷺ نے مخصوص مقرر کردہ وقت سے آگے پیچھے نماز ادا کرنے کو خلافِ قانون قرار دیا؟ کیا ان لوگوں کو کوئی سزا دی گئی، جن کے اوقاتِ نمازِ مسجد نبوی کے اوقات سے قدرے مختلف تھے؟ ایسی کوئی بات قطعی طور پر نہیں تھی، بلکہ اس کے برعکس قطعی نصوص کے ساتھ ثابت ہے۔ ذیل میں دو شواہد ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا:

كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَل رضي الله عنه يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَأْتِيْ قَوْمَه، فَيُصَلِّيْ بِهِمْ [1]

"معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، پھر اپنی قوم کے ہاں آتے اور انھیں نماز پڑھاتے تھے۔"

ب: ایک شخص کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز عصر پڑھنا، پھر اس کا انصار کی ایک قوم کے پاس سے گزرنا، جو کہ نمازِ عصر ادا کرتے ہوئے رکوع کی حالت میں تھے۔[2]

عہد نبوی ﷺ کے بعد والے زمانے سے تین شواہد:

ا۔ امام ابن ابی شیبہ نے معاویہ بن قرہ سے روایت کیا، کہ

كَانَ حُذَيْفَةُ رضي الله عنه إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِه، يُعَلِّقُ نَعْلَيْه، وَيَتْبَعُ الْمَسَاجِدَ، حَتّٰى يُصَلِّيْهَا فِيْ جَمَاعَةٍ." [3]

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جب اپنی قوم کی مسجد میں [باجماعت] نماز رہ جاتی، تو وہ اپنے جوتے لٹکاتے اور [مختلف] مساجد [میں باجماعت نماز کی تلاش] میں نکلتے، یہاں تک کہ [کسی نہ کسی مسجد میں] جماعت کے ساتھ اسے ادا کر لیتے۔"

ب: امام بخاری نے بیان کیا:

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ، ذَهَبَ إِلٰى مَسْجِدٍ آخَرَ [4]

---

١ متفق علیہ: صحیح البخاری: ۷۱۱

۲ جامع الترمذی [المطبوع مع تحفۃ الأحوذی]، أبواب تفسیر القرآن، سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث: ۳۱۴۲، ۸/ ۲۴۰

۳ المصنف، کتاب الصلوات، الرجل تفوتہ الصلاۃ فی مسجد قومہ: ۲/ ۲۱، حدیث ۵۹۹۰

۴ صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ: ۶۴۵

"اسود رضی اللہ عنہ کی جب باجماعت [نماز] رہ جاتی، تو وہ دوسری مسجد میں جاتے۔"

ج: امام عبد الرزاق نے ربیع بن ابی راشد سے روایت بیان کی، کہ بے شک انھوں نے کہا:

رَأَيْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ جَاءَنَا، وَقَدْ صَلَّيْنَا، فَسَمِعَ مُؤَذِّنًا، فَخَرَجَ لَهُ.[1]

"میں نے سعید بن جُبیر رحمہ اللہ علیہ کو دیکھا، کہ وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم نماز پڑھ چکے تھے، تو انھوں نے [ایک دوسری مسجد میں] موذن کو [اذان دیتے ہوئے] سنا، تو وہ اس کی جانب نکل گئے۔"

⑦ مجوزہ نظامِ اوقات کا اسلام آباد کی اہل حدیث مساجد میں سبب اختلاف بننا:

نمازوں کے اوقات کے ایک ہونے کا وحدت امت کا ذریعہ نہ ہونے کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے، کہ اس کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر میں اتحاد کی بجائے، خود اہل حدیث مساجد میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا۔

۲۰۱۶ء میں وزارت مذہبی اُمور کے نظام اوقات کے جاری کرنے پر اسلام آباد اور مضافات میں موجود ۶۰/ اہل حدیث مساجد میں سے ابتدا میں صرف چار مساجد نے اس پر عمل کا آغاز کیا۔ ۵۶ نے قطعی طور پر نہ اسے تسلیم کیا اور نہ اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر چار میں سے بھی دو نے اس پر عمل ترک کر دیا۔ پھر دو میں سے ایک مسجد رہ گئی اور بالآخر اس ایک نے بھی اسی پر عمل قطعی طور پر ترک کر دیا۔

وَالْحَمْدُ للهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيْ لَوْ لَا أَنْ هَدَانَا اللهُ

"سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے، کہ انھوں نے ہمیں اس کی ہدایت دی، [وگرنہ] ہم تو ہدایت نہ پانے والے تھے، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتے۔"

اب اس معاملے کو دوبارہ اُٹھایا جا رہا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے، امت اسلامیہ اور پیارے وطن کے لیے خیر و عافیت کی التماس اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھنے کی التجا کرتے ہیں۔ إِنَّهُ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ

⑧ غیر اہل حدیث مکاتب فکر کے ساتھ اتحاد کا محض ظاہری ہونا:

وزارتِ مذہبی امور کے مختلف مکاتب فکر کے علما کے اجتماعات میں علمائے احناف کے موقف کے بارے ان اجتماعات میں شرکت کرنے والے شیخ حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں:

"احناف نمازِ عصر میں دو مثل سے ایک منٹ پیچھے آنے کے لیے تیار نہیں۔"

وزارتِ مذہبی اُمور کے اوقات نماز کے کیلنڈر میں یکم جنوری سے ۳۱ دسمبر تک نماز عصر کا وقت سو فیصد

---

۱ المصنف، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یدخل المسجد، فیسمع الاقامۃ فی غیرہ، رقم الروایۃ ۱۹۷۳، ۱/ ۵۱۵

علمائے احناف کے موقف کے مطابق ہے۔

کیا اسی کا نام ' اتفاق واتحاد ' ہے، کہ واضح احادیثِ نبویہ پر عمل پیرا ایک مکتبِ فکر ' اہل حدیث ' پر دوسرے مکتبِ فکر ' احناف ' کے فقہی موقف کو ٹھونس دیا جائے؟

حضرات احناف کے متعلق بیان کیا گیا کہ اُنھوں نے نمازِ فجر کے لیے اذان طلوعِ فجر کے وقت اور نمازِ فجر قدرے پہلے پڑھنے پر موافقت کی ہے۔ ظہر کی اذان قدرے پہلے اور عشاء کی اذان قدرے تاخیر سے دینے سے اتفاق کیا ہے۔

جبکہ اسلام آباد میں رہنے والے لوگ سنتے اور اچھی طرح جانتے ہیں، کہ حضرات احناف گزشتہ اوقات میں نمازِ عصر کے لیے اذان قطعی طور پر اپنی ہی رائے کے مطابق اور ظہر، عشاء اور فجر کی اذانیں بھی وزارتِ مذہبی امور کے نظام اوقات کے مطابق نہیں دیتے، بلکہ اپنے موقف کے مطابق دیتے رہے اور اب بھی دے رہے ہیں۔

کیا اسی کا نام اتفاق واتحاد اور وحدت ہے؟

غیر اہل حدیث حضرات اپنے موقف کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرتے رہیں، اور اہل حدیث حضرات خیر القرون سے لے کر اب تک جاری وساری مسنون طریقے سے دستبردار ہو جائیں؟ کیا عدل وانصاف کا یہی تقاضا ہے؟

اور اگر... اللہ تعالیٰ نہ کریں کہ ایسے کبھی ہو... یہ نظام اوقات قانونی شکل اختیار کر جائے، تو صریح، قطعی واضح نصوص اور عملی تواتر سے ثابت شدہ سنت قابل مؤاخذہ جرم بن جائے اور اہل اقتدار اس پر عمل پر ہونے والوں کے لیے اپنی خواہش کے مطابق قید یا جرمانہ یا دونوں یا جیسے وہ پسند کر کے سزا متعین کریں۔

رب کریم ہر ابتلا سے اپنے حفظ وامان میں رکھیں۔ آمین!

⑨ اوقاتِ نماز میں بازاروں وغیرہ کو بند کروانے کے لیے کسی پیش رفت کا نہ ہونا:

نماز کے نظام اوقات کی یکسانیت کا مقصد "بازاروں، دفاتر اور سرکاری، غیر سرکاری اداروں کو نماز کے اوقات میں بند کر کے نماز کا قائم کرنا" بیان کیا جاتا ہے۔

یہ خوبصورت اور خوش کن مقصد، بیانات اور گفتگو سے آگے بڑھتا ہوا نظر نہیں آیا۔ مندرجہ ذیل تین باتوں پر غور فرمانے کی التجا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ معاملہ نکھر کر سامنے آجائے گا:

ا: نماز کے اوقات میں بازاروں وغیرہ کو بند کروانے کے لیے تیاری اور قانون سازی کی ضرورت ہے۔ ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود باتوں کے سوا اس بارے میں کسی قسم کی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

ب: گزشتہ سالوں میں مرکزی حکومت نے بجلی کی کمی پر قابو پانے کی غرض سے آٹھ بجے شب بازار بند کرنے کا اعلان کیا۔ بازار والوں نے اس حکومتی کو اعلان کو ماننے سے انکار کیا، حکومت نے بے بس ہو کر اپنا اعلان واپس لے لیا۔ جو حکومت دن میں ایک مرتبہ بازار بند نہیں کروا سکی، کیا اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے، کہ وہ ہر روز چار نمازوں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء، کے لیے چار مرتبہ بازار بند کروا سکے گی؟

مزید برآں حکومت کی دلچسپی نماز کے قائم کرنے کے متعلق ویسے نہیں، جیسی بجلی کی کمی کے معاملے پر قابو پانے کے بارے میں تھی۔

ج: بازاروں کو نمازوں کے اوقات میں بند کروانے کی خاطر تعزیری سزائیں دینے کی ضرورت ہوتی ہے، تو جو حکومت اپنے سارے اقتدار کے زمانوں میں اسلامی حدود کے لیے پہلے سے طے شدہ سزائیں نافذ نہیں کر سکی، کیا وہ تعزیری سزائیں ملک میں نافذ کرے گی؟

⑩ حکومت کی اسلامی شریعت کے ساتھ سلوک کی تاریخ:

حکومت کی اسلامی شریعت کے خلاف سابقہ تاریخ اس کے خوش نما جذبات کے تسلیم کرنے اور اس کی شیریں باتوں پر اعتماد کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اسلامی شریعت کے خلاف نواز شریف حکومت کی تاریخ میں سے چار واقعات کی طرف اشارہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: سود کی شریعت کورٹ کی طرف سے ممانعت کے خلاف رِٹ دائر کرنا۔

ب: جمعۃ المبارک کی تعطیل منسوخ کر کے اتوار کی چھٹی مقرر کرنا۔

ج: حکومت پنجاب کی طرف سے ۱۸ سال کی عمر سے پہلے شادی کی ممانعت کا قانون۔

د: پنجاب میں شریعت کے خلاف [حقوق نسواں] کا قانون منظور کرنا۔

⑪ مجوزہ نظام کا مقصد وحدت امت کی بجائے مساجد کو قابو کرنا ہے:

حکومت کے اگلے پچھلے اقدامات اس دعویٰ کی نفی کرتے ہیں، کہ اس مجوزہ نظام اوقات کا مقصد وحدت امت ہے۔ اسلامی مدارس کے خلاف مسلسل عداوت اور معاندانہ طرزِ عمل اور سب مساجد میں وزارت مذہبی

امور کا تیار کردہ خطبہ جمعہ کا پروگرام[1] اس بات پر دلالت کرتے ہیں... اللہ تعالیٰ ایسے کبھی نہ ہو... کہ اس ساری تگ و تاز کا مقصد مساجد کو بتدریج اپنے قابو میں لانا، ان کی دعوتی، تعلیمی، فلاحی سرگرمیاں کم از کم اور پھر یکسر ختم کرنا، تاکہ مساجد کی خیر کو صرف نمازوں تک محدود کیا جائے اور امت کو ان کی گوناگوں، ہمہ جہت خیر سے محروم کیا جائے۔ لَا قَدَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی

مزید برآں اہل اقتدار اپنی انتہائی منصوبہ بندی اور بہت ہی زیادہ جدوجہد کے باوجود امت کو اسلامی مدارس کی خیر سے محروم نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کبھی ایسے نہ ہونے دیں، کہ مساجد پر تسلط کے ذریعے امت کا مدارس سے رابطہ توڑا یا کمزور کیا جائے، کیونکہ عامۃ المسلمین کی جانب سے مدارس کے ساتھ تعاون و ہمدردی کا ایک بڑا ذریعہ مساجد ہی ہیں۔

ربِّ کریم مساجد اور مدارس کو ہر شر سے محفوظ رکھیں، ہم سب کو اپنے عذابوں سے اور ان عذابوں کو دعوت دینے والے برے اعمال سے ہمیشہ محفوظ رکھیں اور ہمارے ملک پاک کی ہر طرح اور ہر جانب سے حفاظت فرمائیں۔آمین یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

⑫ اوقات نماز اختیار کرنا ہر مکتب فکر کا دستوری حق ہے:

یہ نہ کہا جائے، کہ اس نظام اوقات پر مجبوری کی وجہ سے عمل کر لینا چاہیے۔ اس خیال کی دین، قانون اور اخلاق سب نفی کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں ریاست کو یہ حق نہیں، کہ وہ غیر مسلم اقلیت کے ذاتی معاملات میں اس کے عقیدے کے خلاف قانون سازی کرے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہمارا دستوری حق ہے کہ جس وقت نمازوں کا ادا کرنا سنت سے ثابت ہے، بلکہ... حضرات محدثین کے مطابق نصوصِ ثابتہ کی روشنی میں... افضل ہے، ہم اس کے مطابق اذانیں دیں اور نمازیں ادا کریں۔

علاوہ ازیں وزیر مذہبی امور نے علی الاعلان کہا تھا، کہ فیصلہ کرنا علماء کا کام ہے، حکومت کا نہیں۔ انھوں نے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث جی ۶/۳ اسلام آباد، میں ۱۸؍ جنوری ۲۰۱۶ء کو علمائے اہل حدیث سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ہمارا کوئی سیاسی مقصد نہیں، پھر یہ کام اصل میں تو علما کا ہے، حکومت کا کام تو اس کا نفاذ ہے۔ یہ فقہی

---

۱ ملاحظہ ہو: عبد القیوم سومرو مشیر مذہبی امور حکومت سندھ کا روزنامہ 'اسلام' مورخہ ۱۸؍ جنوری ۲۰۱۶ء میں اعلان

مسائل ہیں، ان کا فیصلہ علما ہی کرتے ہیں۔ کسی وزیر، ممبر اسمبلی، وزیر اعظم، صدر پاکستان یا اسمبلی نے اوقاتِ نماز طے نہیں کرنے۔ یہ آپ علما نے کرنے ہیں۔ مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے اور اس پر خوشی ہے کہ آپ تسلی کرنا چاہتے ہیں، بالکل آپ ٹائم لیں، ضرور غور و خوض کریں۔ ہماری تو اتحاد واتفاق کے لیے ایک کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔"

کیا اس کے بعد یہ کہنا، کہ مجوزہ نظام اوقات کو اپنانا ہماری مجبوری ہے؟

مزید بر آں جماعتی سطح پر اس یا اس جیسے نظام اوقات نماز کے ساتھ موافقت کی صورت میں اہل حدیث حضرات کے لیے ملکی اعلیٰ عدالتوں میں رٹ دائر کرنے کا حق بھی باقی نہ رہے۔ لَا قَدَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی

خلاصہ: ساری گفتگو کا نچوڑ اور ماحاصل یہ ہے، کہ ملک کی مساجد کے اذان دینے کے اوقات کے متعلق 'حریت اختیار' کے ثابت شدہ اور صدیوں سے مسلمہ حق کو سلب کرنے کی ہر کوشش اور قدم سے قطعی طور پر گریز کیا جائے۔ کسی بھی مرحلے پر احادیث کے خلاف ایسے اقدام کی تائید وحمایت سے کلی گریز کیا جائے تاکہ ملکی اعلیٰ عدالتوں میں رٹ دائر کرنے کا حق برقرار رہے۔

کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کی بنا پر کسی نئے فتنے کو جگانے کا سامان مہیا نہ کیا جائے۔ ہمارا ملک اس کا متحمل نہیں۔ ربّ کریم ہمارے دین اور ملک کی ہر قسم کے شرور وفتن سے تاقیامت حفاظت فرمائیں۔ آمین یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ ... وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ! (مؤرخہ: ۱۵/ مارچ ۲۰۱۶ء)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق اور عالم الغیب ہونے کی حقیقت

مولانا خاور رشید بٹ

سوال نمبر ۱: جناب مسیح علیہ السلام کو قرآن مجید خالق کہتا ہے اور یہ لفظ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بولا جاتا ہے:

﴿وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ﴾ (المائدۃ:۱۱۰)

"(اللہ تعالیٰ مخاطب ہے: جناب مسیح علیہ السلام) اور جب تم میرے حکم سے گارے سے ایک شکل تخلیق کرتے تھے جیسے پرندے کی شکل ہوتی ہے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔"

دوسرے مقام پر جناب مسیح علیہ السلام کا جواب یوں نقل ہوا ہے:

﴿اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ﴾ (آل عمران:۴۹)

"میں تمہارے لیے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ تخلیق کرتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔"

جواب: گمراہ لوگ ہمیشہ سے سیدھی بات کو ٹیڑھا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ ملاحظہ کریں:

اوّل: اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کی صراحت میں تین اوصاف کا تذکرہ کیا ہے:

"ہر چیز پیدا کرنے والا۔" (الزمر:۶۲)

"بغیر ماڈل اور نمونے کے نئے سرے سے پیدا کرنے والا۔" (الحشر:۲۴)

"کسی بھی چیز کو صحیح اندازے اور تخلیق کے تقاضوں کے مطابق عدم سے وجود میں لانے والا" یعنی 'الباری'[1]

"اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔"

جبکہ اپنے علاوہ اگر کسی کو خالق ہونے کا تذکرہ کیا تو یہ وصف مقید اور خاص چیز میں تھا، جیسا کہ حضرت

---

۱ تفسیر اضواء البیان ۸/۱۲۳، تفسیر سورۃ الحشر: آیت ۲۴

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی یہی معنی مفہوم ہے اور آیت کے الفاظ اس کے لیے صریح ہیں کہ وہ پرندے کی شکل کی مانند بناتے تھے۔

دوم: عدم سے وجود میں لانے والا اور زندگی بخشنے والا، اس معنی کے لحاظ سے یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مستعمل ہے۔ اسی لیے ہر چیز کے خالق ہونے کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور کسی دوسرے کے لیے واضح الفاظ میں اس کی نفی کر دی:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾[1]

"یہ اللہ تمہارا رب ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ہر چیز کا خالق ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔"

دوسرے مقام پر اللہ عزوجلّ نے 'استفہام انکاری' میں پوچھا:

﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ﴾ (الفاطر: ۳) "کیا اللہ کے علاوہ کوئی خالق ہے۔"

سوال نمبر ۲: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبر دیا کرتے تھے اور یہ صرف اللہ کا خاصہ ہے۔ قرآنی آیت یوں ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ﴾ (آل عمران: ۴۹)

"اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو، میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔"

جواب:

① اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بتاتا تھا، پھر وہ آگے لوگوں پر ظاہر کرتے، بائبل میں ان کا قول یوں ذکر کیا گیا:

"میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا، جیسے میں سنتا ہوں ویسے ہی عدالت کرتا ہوں۔"[2]

اسی انجیل کے اسی باب کے فقرہ نمبر ۱۹ میں ہے:

"پس یسوع نے جواب میں ان سے کہا: میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بیٹا اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے جو باپ کو کرتا دیکھتا ہے۔"

قرآنِ مجید بھی اسی کی نشاندہی کرتا ہے:

---

1 سورۃ الانعام: ۱۰۲

2 یوحنا ۵:۳۰

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (آل عمران:۱۷۹)

"اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمھیں غیب سے آگاہ کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کرلیتا ہے (اسے غیب سے مطلع کرتا ہے)۔"

دوسرے مقام پر یوں آیا:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾﴾ (الجن:۲۶۔۲۷)

"اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے اور اپنے غیب کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔"

④ ذیل میں، الزامی طور پر بائبل کے حوالہ جات بھی دیکھ لیں جن سے کئی دوسرے لوگوں کا بھی غیب سے مطلع ہونا اور بتانا ملتا ہے تو کیا اُنہیں بھی خدا بننے کا حق ملے گا؟

اوّل: حضرت ایوب علیہ السلام اپنے دوستوں کے دلوں کے خیالات جانتے تھے۔[1]

دوم: حننیا نامی شخص نے مسیحیت قبول کی، جائیداد بیچ کر رقم عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں کی خدمت میں پیش کر دی لیکن کچھ اپنے پاس بھی رکھ لی تو جناب پطرس نے اسے کہا: شیطان نے تیرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ تو روح القدس سے جھوٹ بولے اور زمین کی کچھ رقم رکھ چھوڑے۔ شرمندگی سے یہ مر گیا، اس کی بیوی آئی اسے بھی ڈانٹا گیا، تو وہ بھی مر گئی۔[2]

سوم: جناب مسیح علیہ السلام نے سامری عورت کو اس کے حالات سے آگاہ کیا اور اس کا جھوٹ پکڑا جو کہ غیب کی خبر تھی تو کہنے لگی: "اے خداوند! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو نبی ہے۔"[3]

یعنی غیب کی خبر دینے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لوگ خدا نہیں بلکہ نبی کہتے تھے اور آپ نے خاموشی اختیار کی۔ اگر یہی خدائی کی دلیل تھی تو اس عورت کی اصلاح کیوں نہیں کی؟

---

۱ ایوب ۱۲:۲۷

۲ رسولوں کے اعمال ۱:۵۔۱۱

۳ یوحنا ۱۹:۴

عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے استدلال میں تذکرہ ہوا یعنی ان کو فقط مٹی سے پرندے کی شکل بنانے کے سبب خالق کہا گیا اور یہ شکل بھی اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنائی۔ کیا ایسی شخصیت اللہ ہو سکتی ہے؟

دوم: مٹی سے پرندے کی شکل بنانا کونسا مشکل کام ہے۔ یہ تو عام لوگ بھی بناتے ہیں، اس میں کونسی کاریگری ہے تو ان کو بھی اللہ کہنا چاہیے؟ دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی انسانوں کو تصویر سازی اور بت بنانے کی اجازت نہیں دی، صرف عیسیٰ علیہ السلام کو خاص اجازت مرحمت فرمائی، اسی لیے ان کی خصوصیات میں یوں ذکر آیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اِذن کا تذکرہ ہے۔

بہر حال ان کا اصل معجزہ اس شکل میں پھونک مارنا ہے جو اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔

سوم: مسیحی حضرات کا استدلال چونکہ قرآن مجید سے ہے۔ لہٰذا جب مکمل الفاظ سامنے رکھتے ہیں تو ان کی بنیاد ریت سے بنی نظر آتی ہے۔ وہ اس طرح کہ یہاں تو اس کی بھی وضاحت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پرندے کی شکل اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت سے بنائی، تو کیا جو کسی سے اجازت کا محتاج ہو، وہ اللہ ہو سکتا ہے؟

چہارم: اگر جناب مسیح علیہ السلام خود ہی اللہ ہیں اور وہ خود ہی کام کرنے کے لیے خود سے ہی اجازت لیں، تو یہ بالکل ناممکن اور فضول بات ہے۔[1]

پنجم: جناب مسیح علیہ السلام نے تو صرف پرندے کی شکل بنائی جس کو اُنہوں نے دلیل بنا کر خدائی کا رتبہ دینا چاہا۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے معجزے سے بے شمار جوئیں بنیں اور وہ بھی جیتی جاگتی۔ لکھا ہے:

> ''تب خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ ہارون نے اپنی لاٹھی لے کر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور زمین کی گرد کو مارتا کہ وہ تمام ملکِ مصر میں جوئیں بن جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ہارون نے اپنی لاٹھی بڑھا کر زمین کی گرد کو مارا اور انسان اور حیوان پر جوئیں ہو گئیں۔ اور تمام ملک مصر میں زمین کی ساری گرد جوئیں بن گئیں اور جادوگروں نے کوشش کی کہ اب جادو سے جوئیں کریں، لیکن ایسا نہ کر سکے اور انسان اور حیوان دونوں پر جوئیں[2] چڑھتی رہیں۔''[3]

---

۱ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ۴/ ۲۷ تا ۳۳

۲ کیتھولک فرقے کے مطابق مچھر بنے تھے جبکہ پروٹسٹنٹ کی بائبل میں جوؤں کا لفظ ہے۔ دوسرا اختلاف یہاں یہ ہے کہ کیتھولک بائبل کے مطابق جادوگروں نے ان مچھروں کو اپنے جادو کے زور پر بھگانے کی کوشش کی جبکہ پروٹسٹنٹ بائبل میں ہے کہ جادو سے اُنہوں نے بھی مزید جوئیں پیدا کرنے کی کوشش کی۔

۳ خروج ۱۶:۸۔۱۸

ظاہر ہے کہ یہ کام اللہ کے حکم سے ہوا تھا، لہٰذا حضرت ہارون علیہ السلام کا معجزہ ہے جو کہ ان کی نبوت پر دلالت کرتا ہے، نہ کہ خدائی پر۔

ششم: اگر لفظ تخلیق (پیدا کرنا) کے سبب جناب عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کو ثابت مان لیا جائے تو بائبل میں اس طرح تو کئی خدا سامنے آجائیں گے، جیسے:

① آشر نفیس اناج پیدا کیا کرے گا۔[1]

② زمین اپنے نباتات پیدا کرتی ہے۔[2]

③ ان تمام گناہوں کو جن سے تم گنہگار ہوئے، دور کرو اور اپنے لیے نیا دل اور نئی روح پیدا کرو۔[3]

④ اے اُستاد! ہمارے لیے موسیٰ نے لکھا ہے کہ اگر کسی کا بھائی بے اولاد مر جائے اور اس کی بیوی رہ جائے تو اس کا بھائی اس کی بیوی کو کرلے گا کہ اپنے بھائی کے لیے نسل پیدا کرے۔[4]

⑤ انجیل لوقا میں بھی اسی طرح 'پیدا کرنے' کے الفاظ[5] ہیں۔ گو ان عبارات کو مفہوم اپنی جگہ واضح ہے لیکن ہم نے صرف ان کو محض لفظ کے استعمال کی تردید کے لیے بیان کیا ہے۔ یعنی ایک لفظ دو مختلف شخصیات پر بولنے سے ان دونوں کا ہر ایک معاملے میں یکجا ہونا لازم نہیں آتا۔

ہفتم: قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خَالق دو مفہوم کے لیے آتا ہے:

اوّل: ظاہری شکل وصورت بنانا، اس اعتبار سے اللہ کے علاوہ کے لیے بھی بولا گیا ہے جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ (المومنون:۱۴)

"سو بہت برکت والا ہے اللہ جو بنانے والوں میں سب سے اچھا ہے۔"

اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے جس میں قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ ڈانٹتے ہوئے فرمائے گا: «اَحيُوا مَا خَلَقتُم»[6] "تم نے جو خلق کیا، اسے زندہ کرو۔"

---

۱ پیدائش ۴۹:۲۰

۲ یسعیاہ ۱۱:۶۱

۳ حزقی ایل ۱۸:۳۱

۴ مرقس، ۱۲:۱۹

۵ ۲۰:۲۸

۶ صحیح بخاری: البیوع، باب التجارۃ فیما یکرہ۔ ح ۲۱۰۵

سیدنا عمر بن عبد العزیز نے کرپشن کا خاتمہ کیسے کیا؟

عبد الرشید عراقی

پاکستان میں ریاستِ مدینہ کا چرچا اور کرپشن کے خاتمے کی بات ہوتی ہے اور نئی حکومت بظاہر کچھ کر دکھانے کا عزم بھی رکھتی ہے۔ تاریخ اسلامی میں ڈھائی سال کے عرصے میں خلافتِ راشدہ کو لوٹانے کا سہرا پہلی صدی ہجری کے عین اختتام پر اس شخصیت کو جاتا ہے جسے دنیا خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے انقلاب اور تبدیلی کا آغاز اپنی ذات اور اپنے گھر سے کیا تھا۔ مالی اصلاحات سے شروع ہو کر زندگی کے ہر میدان میں پھیلنے والی اس تبدیلی نے مسلم معاشرے میں دور خلافت راشدہ تازہ کر دیا۔ ان کی مالی اصلاحات کا جامع تذکرہ اور طریق کار پیش خدمت ہے۔ ح م

صفر ۹۹ھ میں پچھلے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کی تجہیز و تکفین کا سامان کرنے کے بعد خود حضرت عمر بن عبد العزیز نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور خود اُس کو قبر میں اتارا۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب اُنہیں شاہی سواریاں پیش کی گئیں تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ سواریاں واپس کر دیں اور فرمایا: ''میرے لیے میرا خچر ہی کافی ہے۔''

اس کے بعد پولیس افسر مع اپنے ساتھیوں کے حفاظت کے لیے آگے بڑھا تو آپ نے اس کو مع اس کے آدمیوں کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا:

''مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے، میں بھی تمام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں۔''

سلیمان بن عبد الملک کو دفن کرنے کے بعد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے خچر پر سوار ہو کر واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ واپسی پر لوگوں کا خیال تھا کہ آپ قصر شاہی میں قیام کریں گے۔ لیکن آپ نے کہا کہ وہاں سابق خلیفہ سلیمان کے اہل و عیال ہیں، میرا جانا وہاں مناسب نہیں۔ اس لیے آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

پہلے خلیفہ کا سامان

خلفائے بنو اُمیہ کے یہاں دستور تھا کہ جب خلیفہ کا انتقال ہوتا تو اس کے استعمال شدہ اشیا اس کی اولاد کو ملتی تھیں اور غیر استعمال شدہ اشیائے خلیفہ کی ملکیت میں آجاتی تھیں، اہل خاندان نے اسی طریقہ کے مطابق سلیمان بن عبد الملک کی اشیا کو تقسیم کرنا چاہا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم (م ۱۰۱ھ) نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا: ''یہ اشیا نہ میری ہیں، نہ سلیمان کی اور نہ تمہاری۔''

اپنے غلام مزاحم کو حکم دیا کہ "ان سب اشیا کو بیت المال میں جمع کر دو۔"[1]

خطبہ خلافت

اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

"لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی خواہش کے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ اس لیے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے میں خود اتارے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔"

اس خطبہ کو سن کر لوگوں نے بلند آواز میں کہا کہ "ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے، اور ہم سب آپ سے راضی ہیں، آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجیے۔"

جب آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب کسی شخص کو ان کی خلافت سے اختلاف نہیں ہے تو اس وقت آپ نے اس بارِ عظیم کو قبول کیا اور مسلمانوں کے سامنے تقریر کی۔ جس میں تقویٰ، فکر آخرت کی تلقین اور خلیفہ اسلام کی اصل حقیقت واضح کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لوگو! تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے اور اللہ نے اس پر جو کتاب اُتاری ہے۔ اس کے بعد دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ قیامت تک کے لیے حلال ہے اور جو چیز حرام کر دی ہے، وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ میں (اپنے جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ صرف (احکام الٰہی کو) نافذ کرنے والا ہوں، خود اپنی طرف سے کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں۔ بلکہ محض پیرو ہوں کسی کو یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں تم میں سے کوئی ممتاز آدمی نہیں ہوں بلکہ معمولی فرد ہوں، البتہ تمہارے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے زیادہ گراں بار کیا ہے۔

لوگو! جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، اس کی اطاعت واجب ہے اور جو شخص اس کی نافرمانی کرے اس کی فرماں برداری جائز نہیں جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں، میری اطاعت کرو۔ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو میری فرماں برداری تم پر فرض نہیں ہے۔

لوگو! اللہ تعالیٰ کے خوف و تقویٰ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر چیز کا بدل ہے مگر اس کا کوئی بدل نہیں۔

---

1 سیرت ابن عبد الحکم: ص ۳۵

لوگو! مجھ سے پہلے کچھ حکام ہوئے ہیں جن کو خوش رکھنا تم اس واسطے ضروری سمجھتے تھے تا کہ اس کے ذریعہ تم ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکو۔

لوگو! میں مال و دولت کو تم سے بچا بچا کر نہیں رکھوں گا، بلکہ جہاں مجھے حکم دیا گیا وہاں صرف کروں گا۔ سن رکھو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرماں برداری جائز نہیں ہے۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں نے آپ حضرات کو ایسے کام کے لیے جمع نہیں کیا جو میں نے ایجاد کیا ہو بلکہ میں نے تمہاری میعاد اور جس حالت کی طرف تم لوٹ کر جانے والے ہو، اس میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ جو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں، مگر اس کی تیاری کی کوئی فکر نہیں کرتے وہ احمق ہیں اور جو لوگ اس کے سرے سے منکر ہیں، وہ ہلاک ہونے والے ہیں۔"

اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اُتر آئے اور لوگوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔[1]

دوسرا خطبہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو دوسرے علاقوں سے کئی لوگ دار الخلافہ تشریف لائے اور یہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں کے لیے دار الخلافہ میں آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

"لوگو! اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو میں بھول جاتا ہوں اور جب تم اپنی اپنی جگہ پر ہو تو مجھے خوب یاد رہتے ہو۔ دیکھو! میں نے کچھ لوگوں کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ تم میں سے بہتر آدمی ہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بڑوں کے اچھے ہیں۔ اگر کسی شخص پر اس کا حاکم ظلم ڈھاتا ہے تو میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اسے میری طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے (اطلاع ملنے پر اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی)۔ اور جس پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوا۔ (جو یونہی یہاں آیا ہوا ہے) اسے اپنی جگہ واپس جانا چاہیے، آئندہ میں اسے یہاں نہ دیکھوں۔

دیکھو! میں نے اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے لیے اس مال کو ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ اب اگر تم کو دینے میں بھی بخل کروں تو پھر میں پرلے درجے کا کنجوس ٹھہرا۔ اگر میں کسی سنت کو بلند نہ کر سکوں یا حق و انصاف کی راہ نہ چل سکوں تو میں ایک گھڑی بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

---

1 تاریخ ابن اثیر: ج ۵ ص ۱۶، سیرت ابن عبد الحکم: ص ۳۹،۳۸

مالِ مغصوبہ اور باغ فدک کی واپسی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کا مطمع نظریہ تھا کہ اُموی حکومت کو خلافت راشدہ میں بدل دینا چاہیے اور وہ چاہتے تھے کہ نظام خلافت میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا جائے اور ان کے پیش نظریہ بھی تھا کہ جب وہ اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھائیں گے تو ان کی مخالفت میں ایک طوفان کھڑا ہو جائے گا لیکن آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ نظام خلافت میں ضرور تبدیلی لا کر اسے اصل پر واپس لوٹائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں دو ضروری کام کرنے کا عزم کیا۔ اور وہ دو کام یہ تھے:

غصب شدہ مال و جائیداد کی واپسی اور باغ فدک کا معاملہ

شاہی خاندان اور امرا کو دیے ہوئے سابقہ حکام کے ناجائز تحائف، حکام کے ملی خزانے سے ذاتی مصارف، عوام پر ظالمانہ ٹیکس، غیر مسلموں پر خراج کی ظالمانہ شرح... ان سب کو سیدنا عمر نے اصل حیثیت پر لوٹایا۔

غصب شدہ مال و جائیداد کی واپسی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے خلفاے بنو امیہ نے رعایا کے مال و جائیداد پر ظالمانہ قبضہ کر لیا تھا اور ان کا اصل مالکوں کو واپس کرنا ایک مجدد خلافت اسلامیہ کا سب سے مقدم فرض تھا۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے عملی قدم اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کیا۔ آپ کے پاس بہت بڑی موروثی جاگیر تھی۔ آپ کے بعض خیر خواہوں نے عرض کیا کہ

”اگر آپ جاگیر واپس کریں گے تو اولاد کے لیے کیا انتظام کریں گے۔“

فرمایا: ”میں ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔“

اس کے بعد آپ نے بنی مروان کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

”بنی مروان! تم کو شرف اور دولت کا وافر حصہ ملا ہے، میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے۔“

یہ لوگ اشارہ سمجھ گے اور عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہا:

”خدا کی قسم! جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہوں گے اس وقت تک ہم یہ جائیداد واپس نہیں کر سکتے۔ خدا کی قسم! نہ اپنے آباؤ اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی اولاد کو مفلس بنائیں گے۔“

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بنی مروان کی زبانوں سے یہ الفاظ سنے تو آپ نے فرمایا:

”خدا کی قسم! اگر اس حق میں تم میری مدد نہیں کرو گے تو میں تم سب کو ذلیل و رسوا کر کے

چھوڑوں گا۔"[1]

اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو آپ نے ان کے سامنے تقریر کی۔

"ان لوگوں (اُموی خلفا) نے ہم ارکانِ خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطیات دیے۔ خدا کی قسم! جن کے دینے کا نہ ان کو کوئی حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا۔ اب میں ان سب کو ان کے اصلی حق داروں کو واپس کرتا ہوں۔ اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں۔"

اس تقریر کے بعد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غلام مزاحم کو حکم دیا کہ وہ شاہی خریطہ لائے۔ جس میں جاگیروں کی الاٹمنٹ کے آرڈر تھے۔ چنانچہ مزاحم خریطہ لائے اور پڑھ کے سناتے جاتے تھے۔ اور عمر بن عبد العزیز اُنہیں قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے اور ظہر کی نماز تک آپ نے تمام جاگیریں اصل حق داروں کو واپس کر دیں حتی کہ ایک نگینہ بھی اپنے پاس نہ رہنے دیا۔[2]

حافظ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ

عتبہ بن سعید بن ابی العاص عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور عرض کیا:

"امیر المومنین آپ سے پہلے خلفاے بنو اُمیہ ہم کو مال و متاع سے نوازا کرتے تھے۔ عطیات مرحمت فرماتے تھے۔ لیکن آپ نے یہ سب سلسلہ بند کر دیا ہے۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تم محنت و مشقت سے کام کرو اور اپنی روزی کماؤ۔ پھر فرمایا: اے عتبہ! تم موت کو زیادہ یاد کرو تاکہ تم اگر تنگ دست ہو تو اس میں وسعت پیدا ہو، اگر تم کو وسعت اور فراخی میسر ہے تو تم کو تنگی محسوس ہو۔"[3]

بیوی کا تمام مال اور زیورات بیت المال میں داخل کر دیا

آپ کی بیوی فاطمہ عبد الملک کی بیٹی تھی۔ عبد الملک نے شادی کے وقت بہت سا زیور اور ایک بیش بہا قیمتی پتھر اُنہیں دیا تھا اور یہ پتھر اور زیور فاطمہ بنت عبد الملک کے پاس محفوظ تھا۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا:

"تمہارے پاس جو زیور اور قیمتی پتھر ہے، یہ سب بیت المال میں جمع کرا دو۔ اگر تم یہ زیور وغیرہ

---

۱ سیرت عمر بن عبد العزیز از ابن جوزی: ص ۱۰۸، ناشر دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۴ء

۲ طبقات ابن سعد: ص ۲۵۲

۳ تاریخ الخلفاء: ص ۳۲۳

اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو پھر مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اطاعت شعار بیوی نے جواب دیا:

"آپ میرا تمام زیور اور قیمتی پتھر شوق سے بیت المال میں جمع کرا دیجیے۔ میں زیور کے مقابلہ میں آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔"

جب عمر بن عبد العزیز کا انتقال ہو گیا اور حسبِ وصیت یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا۔ تو آپ کی زوجہ محترمہ (اپنی بہن فاطمہ) سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا تمام زیور بیت المال سے واپس لے کر تم کو دے دوں۔

فاطمہ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا:

"جو چیز میں اپنی مرضی سے اپنے خاوند کی زندگی میں دے چکی ہوں۔ تو اب ان کے انتقال کے بعد واپس نہیں لوں گی۔"

باغِ فدک سے دستبرداری

فدک خیبر کا ایک گاؤں تھا۔ فتح خیبر کے بعد رسول اکرم ﷺ اسے 'خالصہ' قرار دے دیا تھا اور اس کی آمدنی آپ ﷺ اہل بیت اور بنی ہاشم کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا مطالبہ کیا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ

"رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انبیا کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔" (سنن أبي داود: ٢٩٦٩)

البتہ میں اسے انہی مصارف میں صرف کرتا رہوں گا جن میں رسول اللہ ﷺ صرف فرمایا کرتے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق ﷺ خلیفہ ہوئے تو وہ بھی انہی مصارف میں صرف کرتے رہے جن پر رسول اللہ ﷺ صرف فرمایا کرتے تھے۔

اس کے بعد مروان بن الحکم نے باغ فدک کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا۔ اس کے بعد وراثۃً حضرت عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آیا۔ سنن ابو داؤد میں ہے:

"عبد اللہ بن جریر مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بن مروان بن الحکم نے مروان کے بیٹوں کو جمع کیا جس وقت وہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا جو باغ فدک تھا تو آپ ﷺ اس کی آمدنی اپنے اہل وعیال، فقرا اور مساکین پر خرچ کرتے تھے۔ اور اس سے بنی ہاشم کے چھوٹے لڑکوں پر احسان کرتے تھے۔ اور بیوہ عورتوں کے نکاح پر بھی خرچ کرتے رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کا سوال کیا تھا۔

یعنی فدک مجھے دے دیا جائے تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک نہ دیا۔ اور اس کی جو صورت تھی وہ اسی طرح رہی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو اس کی صورت وہی رہی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تھی۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ایسا ہی عمل کیا جس طرح آنحضرت ﷺ اپنی زندگی میں اپنے اہل وعیال اور برادران بنی ہاشم پر اور نکاح بیوگان وغیرہ پر صرف کرتے تھے، ویسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ پھر مروان بن الحکم نے اس کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا یعنی اپنے لیے اور اپنے اخلاف کے لیے۔ اور اس نے یہ اقدام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت یا اپنی بادشاہت میں کیا۔ اس کے بعد فدک عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قبضہ تصرف میں آیا تو فَرَأَيْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام لَيْسَ لِي بِحَقٍّ وَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ رَدَدْتُهَا عَلَى مَا كَانَتْ يَعْنِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ[1] میں نے یہ امر دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا۔ تو یہ میرے لیے سزاوار نہیں اور میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ فدک کی جو حالت عہدِ رسالت میں تھی، اس کو اسی طرف لوٹاتا ہوں۔"

مولانا عبد السلام ندوی لکھتے ہیں کہ

"عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے گورنر مدینہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو ایک خط لکھا کہ مجھے تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ فدک سے فائدہ اُٹھانا میرے لیے جائز نہیں ہے۔ اس لیے میں اس کو اسی حالت میں لانا چاہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھی جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو اس کو ایک ایسے شخص کے قبضہ میں دیجیے۔ جو تمام حقوق کے محافظت کے ساتھ اس کی نگرانی کرے۔"

اموالِ مغصوبہ کی واپسی کا اثر شاہی خاندان بنو اُمیہ پر

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف علاقے اور جاگیریں چھین کر بنی اُمیہ کو تہی دست کر دیا۔ بلکہ ان کے سارے امتیازت مٹا کر اُن کے نخوت وغرور کو خاک میں ملا دیا۔ آپ کے اس اقدام سے خاندان میں ان کے خلاف سخت برہمی پھیل گئی اور اُنہوں نے ہر طریقہ سے یہ پوری کوشش کی کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] سنن أبي داؤد :كِتَابُ الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ (بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ الْأَمْوَالِ)، رقم ۲۹۷۲

جو تحریک چلائی ہے اس کو ختم کیا جائے اور اہل خاندان نے ایک دفعہ آپ سے کہا تھا کہ آپ نے جو یہ سلسلہ شروع کیا ہے ہم اس پر راضی نہیں ہیں اور ہم کسی بھی صورت میں اپنی جاگیریں واپس نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی مال آپ کو واپس دیں گے تو ان کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

”یہ آپ کی خام خیالی ہے۔ میں آپ سے تمام غصب شدہ مال واپس لے کر ان کے اصلی حق داروں کو واپس کر دوں گا۔“

خاندان بنی امیہ نے طریقہ سے کوشش کی کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریک چلائی ہے اس سے دستبردار ہو جائیں۔ چنانچہ عمر بن عبد الولید بن عبد الملک نے آپ کو ایک خط لکھا، اس خط کا خلاصہ یہ ہے:

”تم نے گزشتہ خلفا پر عیب لگایا ہے اور ان کی اولاد کی دشمنی سے ان کے مخالف روش اختیار کی ہے تم نے قریش کی دولت اور ان کی میراث کو ظلم و عدوان سے بیت المال میں داخل کر کے قطع رحم کیا ہے۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے ظلم کیا تم نے منبر پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اپنے خاندان کو ظلم و جور کے لیے مخصوص کر لیا۔ اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مختص کیا! تم اپنی اس حکومت میں جس کو تم مصیبت کہتے ہو، خدا سے بہت دور ہو گئے۔ اپنی خواہشات کو روکو اور یقین کرو کہ تم ایک جبار کے سامنے اور اس کے قبضہ میں ہو۔ اور اس حالت میں چھوڑے نہیں جاسکتے۔“

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ سراپا حلم تھے لیکن آپ نے بھی اس کا سخت جواب لکھا:

”مجھے تمہارا خط ملا۔ اور جیسا تم نے لکھا ہے میں ویسا ہی جواب دوں گا۔ تمہاری ابتدائی حالت یہ ہے کہ تمہاری ماں 'بنانہ' سکون کی لونڈی ہے جو حمص کے بازاروں میں ماری ماری پھرتی تھی اور شراب کی دوکانوں میں جایا کرتی تھی۔ اس کو ذبیان بن ذبیان نے مسلمانوں کے مالِ غنیمت سے خریدا تھا اور تمہارے باپ کو ہدیۃً دیا۔ اس سے تم پیدا ہوئے۔ تو کس قدر بری ہے ماں اور کس قدر برا ہے بچہ۔ اس کے بعد تم نشوونما پا کر ایک معاند اور ظالم ہوئے۔ تمہارا خیال ہے کہ میں ظالموں میں سے ہوں، میں نے تم کو اور تمہارے خاندان کو خدا کے مال سے جس میں اہل قربیٰ، مساکین اور بیواؤں کا حق ہے محروم کر دیا۔ لیکن مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑ دینے والا وہ شخص ہے جس نے تم کو بچپن اور سفاہت کی حالت میں مسلمانوں کی ایک چھاؤنی کا افسر مقرر کیا۔ ارو تم اپنی رائے کے موافق ان کے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے۔ اس تقرر کا بجز محبت پدری کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ پس پھٹکار ہو تجھ پر اور پھٹکار ہو تیرے باپ پر، جو اپنے مدعیوں سے کیوں کر نجات پائے گا۔

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کا عہد چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے حجاج کو عرب کے خمس پر مقرر کیا۔ جو حرام خون بہاتا تھا اور حرام مال لیتا تھا۔

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کا عہد چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے قرۃ بن شریک جیسے اُجڈ بدو کو مصر کا عامل مقرر کیا۔ جس نے راگ باجہ، لہو و لعب اور شراب خوری کی اجازات دی۔ مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کا عہد چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے عرب کے خمس میں عالیہ بربریہ کا حصہ مقرر کیا۔

اگر مجھ کو فرصت ہوتی تو میں تجھے اور تیرے خاندان کو روشن راستے پر لاتا۔ ہم نے مدتوں سے حق کو چھوڑ دیا۔ اگر تم فروخت کیے جاؤ اور تمہاری قیمت یتیموں، مسکینوں، اور بیواؤں پر تقسیم کی جائے تو کافی نہ ہو گی کیونکہ تم پر سب کا حق ہے۔ ہم پر سلام ہو اور خدا کا سلام ظالموں کو نہیں پہنچتا۔"[1]

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریک چلائی تھی اس پر وہ سختی سے عمل پیرا تھے۔ تو مروان نے ایک بار ہشام بن عبد الملک کو اپنا وکیل بنا کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ اور انہیں کہا کہ آپ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں کہ اُنہوں نے جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کو بند کریں۔

چنانچہ ہشام بن عبد الملک نے آپ سے آکر کہا:

"اے امیر المومنین! میں آپ کی خدمت میں تمام خاندان کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں۔ اور انکا مطالبہ ہے جو چاہیے کیجیے لیکن گزشتہ خلفا جو کر گئے ہیں، اسکو اسی حالت میں رہنے دیجیے۔"

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ہشام بن عبد الملک سے پوچھا: "تمہارے پاس دو دستاویز ہوں۔ ایک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اور دوسری عبد الملک کی، تو تم دونوں میں کس پر عمل کرو گے۔"

ہشام نے کہا: جو مقدم ہو گی۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"تو میں نے کتاب اللہ کو سب سے مقدم دستاویز پایا ہے، اس لیے ہر اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے خواہ وہ میرے زمانہ کی ہو یا گزشتہ زمانہ سے متعلق ہو، اسی کے مطابق عمل کروں گا۔"[2]

جب بنی مروان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے آخری حربہ استعمال کیا۔ اور آپ کی پھوپھی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ وہ آئیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ

"عمر! تمہارے اعزہ واقارب شکایت کرتے ہیں اور کہتے کہ تم نے ان سے غیر کی دی ہوئی روٹی

---

۱ سیرت عمر بن عبد العزیز از ابن جوزی: ص ۱۱۲

۲ سیرت عمر بن عبد العزیز از ابن جوزی: ص ۱۱۹

چھین لی۔"

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "میں نے ان کا کوئی حق نہیں چھینا۔"

پھوپھی نے جواب دیا کہ "سب لوگ اس کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے خلاف بغاوت نہ کر دیں۔"

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"اگر میں قیامت کے سوا کسی دن سے ڈروں تو خدا مجھے اس کی برائیوں سے نہ بچائے۔"

اس کے بعد ایک اشرفی، گوشت کا ایک ٹکڑا اور ایک انگیٹھی منگوائی اور اشرفی کو آگ میں ڈال دیا جب وہ خوب سرخ ہو گئی۔ تو اس کو اُٹھا کر گوشت کے ٹکڑے پر رکھ دیا جس سے وہ بھن گیا۔ اب پھوپھی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اپنے بھتیجے کے لیے اس قسم کے عذاب سے پناہ نہیں مانگتیں۔"

پھوپھی نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے اُٹھ کر چلی گئیں۔

بنی مراوان حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس عملی اقدام سے سخت ناراض تھے اور انہوں نے آپ کی مخالفت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی لیکن ان سب مخالفتوں کا اثر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ کیا اور اُنہوں نے جو تحریک اٹھائی اس کو مکمل کر کے چھوڑا۔ تاہم آپ نے مختلف اخلاقی طریقوں سے اپنے خاندان کی ناراضگی کو کم کیا۔

سیاسی اصلاحات

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی ملک میں اصلاحات کی طرف توجہ کی۔ آپ نے سب سے پہلے صوبوں کے گورنروں کے نام ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں آپ نے اپنے پروگرام اور عزائم سے آگاہ کیا۔ آپ کا فرمان یہ تھا:

"سلیمان بن عبد الملک اللہ کے بندوں میں ایک بندہ تھا، جسے اس نے نعمتِ خلافت سے بہرہ اندوز کیا تھا۔ اب اسکا انتقال ہو گیا اور میں اس کا قائم مقام بنایا گیا ہوں۔ اللہ نے جو ذمہ داری مجھ پر عائد کی ہے وہ بہت سخت ہے۔ اگر بیویاں جمع کرنا اور دولت سمیٹنا مجھے منظور ہوتا تو مجھ سے زیادہ کسی کیلیے اسکے وسائل مہیانہ تھے۔ لیکن میرا تو حال یہ ہے کہ میں خلافت کی ذمہ داری کے سلسلہ میں سخت محاسبہ سے لرزاں ہوں۔ البتہ اگر اللہ نے رحم و درگزر سے کام لیا تو اُمید ہے کہ چھٹکارا ہو جائے۔"

اس کے علاوہ مختلف صوبوں کے گورنروں کے نام مخصوص حالات کے پیش نظر مخصوص احکام بھیجے۔

سلیمان بن ابی السری کو لکھا:

"تم مسافر خانے بنواؤ۔ جو مسلمان ادھر سے گزرے، اس کو ایک دن اور ایک رات مہمان ٹھہراؤ اس کی ضیافت کرو۔ اس کی سواری کے چارہ کا بندوبست کرو۔ اگر مسافر مریض ہو تو اس کے علاج ومعالجہ کی طرف توجہ دو۔ اور سرکاری خرچہ اس کو اس کے گھر پہنچانے کا بندوبست کرو۔"

گورنر کوفہ عبد الحمید کو یہ حکم بھیجا کہ

"رعایا سے اچھا برتاؤ کرو۔ خراج کے معاملہ میں نرمی اختیار کرو۔ غیر آباد زمین سے خراج کا مطالبہ نہ کرو۔ اگر غیر مسلم شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے تو اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔"

اُمرا سے باز پرس

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اُمرا کا سختی سے احتساب کیا۔ خراسان کے گورنر یزید بن مہلب کے ذمہ بیت المال کی ایک گراں قدر رقم وجب الادا تھی۔ اس کو دربارِ خلافت میں طلب کر کے اس سے رقم کا مطالبہ کیا۔ اس نے رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن مہلب سے کہا کہ اگر تم نے رقم بیت المال میں جمع نہ کرائی تو تجھے قید کر دیا جائے گا۔ جو رقم تم نے دبا رکھی وہ تمہیں ہر حال میں ادا کرنی ہوگی۔ اور یہ مسلمانوں کا حق ہے اور میں اسے کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ یزید بن مہلب کو جیل خانہ بجھوا دیا گیا۔

یزید بن مہلب کے بیٹے مخلد کو جب اس کی اطلاع ملی کہ میرے والد کو جیل بجھوا دیا گیا ہے تو وہ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے والد کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں جب تک تمہارے والد سے ایک ایک کوڑی نہ وصول کر لوں گا تمہارے والد کو نہ چھوڑوں گا۔ یہ معاملہ مسلمانوں کے حقوق کا ہے۔"[1]

یزید بن مہلب کی جگہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جراح بن عبد اللہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تو اس نے ان غیر مسلم لوگوں پر جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے جزیہ بحال رکھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے جراح بن عبد اللہ کو لکھا کہ

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین مبین کا داعی بنا کر بھیجا گیا تھا، ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا جو شخص نماز ادا کرے تمہیں اس سے جزیہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

جراح بن عبد اللہ نے اس حکم کی تعمیل شروع کر دی تو لوگ گروہ در گروہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے

---

1 تاریخ طبری: ج ۶/ ص ۳۴، نفیس اکیڈمی، کراچی

لگے۔ یہ حالت دیکھ کر بعض حاشیہ نشینوں نے پھر جراح کو بہکایا کہ ان لوگوں کا ختنہ کرا کے ان کے اخلاص کا امتحان لینا چاہیے۔ جراح نے اس سلسلہ میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے طلب کی۔ تو آپ نے جواب دیا:

"اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا۔ ختنہ کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔"

آخر کار حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جراح بن عبد اللہ کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا۔[1]

بیت المال کی اصلاح

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے خلفائے بنو امیہ کے دور میں بیت المال میں کچھ خرابیاں پیدا ہو گی تھیں۔ آپ نے بیت المال کی اصلاح کی طرف توجہ کی آپ نے جو اصلاحات کیں اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

① آپ کے دور خلافت سے پہلے تمام آمدنیاں خمس، صدقہ اور فے ایک جگہ جمع ہوتی تھیں۔ ان کا علیحدہ حساب نہیں رکھا جاتا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ ہر قسم کی آمدنی علیحدہ علیحدہ جمع کی جائے۔ اور اس کا علیحدہ حساب رکھا جائے۔[2]

② بیت المال مسلمانوں کا مشترکہ خزانہ ہے، اس سے ہر مسلمان مساوی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن آپ سے پہلے شاہی خاندان کا وظیفہ مخصوص تھا۔ آپ نے اس کو کلی طور پر بند کر دیا۔[3]

③ آپ سے پہلے کے خلفاء، ان شعراء و اُدبا کو جو ان کی مدح میں قصائد وغیرہ لکھتے تھے۔ بیت المال سے انعامات دیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب انعامات اور وظائف بند کر دیئے۔[4]

④ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے خلفاء، جب عشاء اور فجر کی نماز کے لیے مسجد میں جاتے تھے تو آدمی شمع لے کر ساتھ چلتا تھا اور شمع کا خرچہ بیت المال پر پڑتا تھا۔ جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں مساجد میں خوشبو سلگائی جاتی تھی اور اس کے مصارف بھی بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے۔ آپ نے یہ سلسلہ بالکل بند کر دیا۔[5]

⑤ بیت المال کی آمدنیوں میں خمس کے پانچ مصرف متعین ہیں جن کے علاوہ ان کو کسی دوسری جگہ صرف نہیں کی جا سکتا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کے خلفا ان مصارف کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔

---

۱ البدایہ والنہایہ: ص ۱۸۸

۲ طبقات ابن سعد: ص ۲۹۸

۳ تاریخ الخلفاء: ۳۳۳

۴ تاریخ الخلفاء: ص ۲۴۳

۵ طبقات ابن سعد: ص ۲۹۹

مصارف میں سب سے مقدم اہل بیت ہیں لیکن ولید اور سلیمان نے اہل بیت کو ان کے حق سے محروم کر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے خمس کو ان کے صحیح مصارف میں صرف کیا۔ اور اہل بیت کو ان کا حق دیا۔[1]

بیت المال کی اصلاح، حفاظت اور نگرانی کا آپ سختی سے نوٹس لیتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ

ایک باریمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا تو آپ نے افسر بیت المال کو لکھا کہ

''میں تمہاری امانت پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ لیکن تمہاری بے پرواہی و غفلت کو مجرم قرار دیتا ہوں۔ میں مسلمانوں کے مال کی طرف سے مدعی ہوں، تم پر فرض ہے کہ قسم کھاؤ۔''[2]

محاصل کی اصلاح

خراج، جزیہ اور ٹیکس ملکی محاصل ہیں اور ان کی آمدنی پر ملک اور حکومت کی بقا اور خوشحالی کا دارومدار ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت سے پہلے ان تمام چیزوں کا نظام ابتر ہو گیا تھا۔ اور رعایا کے لیے یہ ٹیکس وغیرہ ایک بوجھ بن گئے تھے۔

⑥ اسلام میں جزیہ صرف غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن جب کوئی یہودی، عیسائی اور پارسی وغیرہ اسلام قبول کر لیتا تھا تو اس سے جزیہ وصول کرتا تھا۔

مولانا عبد السلام ندوی 'سیرت عمر بن عبد العزیز' میں تاریخ مقریزی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

''ذمیوں میں جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے، ان سے سب سے پہلے حجاج نے جزیہ وصول کیا۔''

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نومسلموں سے جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا، اس کو ساقط کر دیا۔ آپ نے حیان بن شریح کو لکھا کہ

''ذمیوں میں جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، ان کا جزیہ ساقط کر دیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ''اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہ چھوڑ دو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

---

1 طبقات ابن سعد: ص ۲۸۹

2 سیرت عمر بن عبد العزیز: ص ۸۸

اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ۠ ﴾ ''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیز کو حرام نہیں جانتے نہ دین حق قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔''[1]

⑦ نوروز اور مہرجان پارسیوں کا تہوار تھا۔ اور اس تہوار کے رسم ورواج کے پابند صرف پارسی ہو سکتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تہواروں پر رعایا سے ایک معمولی رقم وصول کرنا شروع کی تھی۔ اور اس کی مقدار ایک کروڑ درہم ہوتی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سلسلہ بالکل ختم کر دیا ۔اور حکم جاری کر دیا کہ نوروز اور مہرجان کے بدلے ان کے پاس کسی قسم کی کوئی چیز نہ بھیجی جائے۔[2]

⑧ حجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف جب یمن کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے حجاج کی طرح ظلم وستم کا سلسلہ شروع کیا۔ اور رعایا پر بے جا قسم کے ٹیکس عائد کر دیئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تمام ٹیکس کلی طور پر ختم کر دئے اور صرف عشر مقرر کیا۔[3]

⑨ فرات میں کچھ خراجی زمین تھی۔ لیکن جب وہاں کے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے اور کچھ اراضی دوسرے لوگوں کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی تو وہ حسب معمول عشری ہو گئی۔ حجاج نے اپنے زمانہ میں ان لوگوں سے بھی خراج وصول کیا۔ عمر بن عبد العزیز نے دوبارہ اس کو عشری قرار دیا۔[4]

⑩ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کے خلفائے بنو امیہ نے رعایا پر مختلف قسم کے ٹیکس عائد کیے تھے۔ مولانا عبد السلام ندوی کتاب الخراج از قاضی ابویوسف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

''روپیہ ڈھالنے پر ٹیکس، چاندی پگھلانے پر ٹیکس، عرائض نویسی پر ٹیکس، دوکانوں پر ٹیکس، گھروں

---

۱ مفسرین کرام نے ان دونوں آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: جو شخص مسلمان ہو جائے، اس کے خلاف کسی قسم کی کاروائی نہ کی جائے۔ اور قبولِ اسلام کے بعد اقامتِ صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا اہتمام ضروری ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کرے تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

جزیہ ایک متعین رقم ہے جو سالانہ ایسے غیر مسلموں سے لی جاتی ہے جو کسی اسلامی حکومت میں قیام پذیر ہوں اور اس کے بدلے میں ان کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی ذمے داری اسلامی مملکت پر ہوتی ہے۔

۲ طبقات ابن سعد: ص ۲۶۲

۳ فتوح البلدان: ص ۸۰

۴ فتوح البلدان: ص ۸۰

پر ٹیکس، پن چکیوں پر ٹیکس، نکاح کرنے پر ٹیکس؛ غرض کہ کوئی چیز ٹیکس سے بری نہ تھی۔ اور یہ ٹیکس ماہوار وصول کیے جاتے تھے۔"[1]

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب ناجائز ٹیکس موقوف کر دیے اور اس کے ساتھ آپ نے یہ اقدام بھی کیا کہ آپ کے زکوۃ وصول کرنے والے شاہراؤں پر بیٹھ جاتے تھے اور زکوۃ وصدقات وصول کرتے تھے لیکن جب آپ کو اس کی اطلاع ملی کہ لوگ اس طریقہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس کو موقوف کر دیا اور حکم جاری کر دیا کہ اب اس طرح زکوۃ اور صدقہ وصول نہ کیا جائے۔

آپ نے ہر شہر میں ایک عامل مقرر کیا۔ جو زکوۃ وصدقات وصول کرتا تھا۔[2]

خراج وصول کرنے کے بارے میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

خراج وصول کرنے کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فرمان عبد الحمید بن عبد الرحمٰن گورنر کوفہ کے نام بھیجا، اس فرمان سے آپ کے طرز عمل کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، آپ نے لکھا:

"زمین کا معائنہ کرو، بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو۔ بنجر زمینوں کا معائنہ کرو۔ اگر ان میں کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش اس سے خراج لو اور اس کی اصلاح کرو تا کہ آباد ہو جائے۔ جن زمینوں سے کچھ پیداوار نہیں ہوتی، ان سے خراج نہ لو۔ اور جو زمینیں قحط زدہ جائیں ان کے مالکوں سے نہایت نرمی کے ساتھ خراج وصول کرو۔ خراج میں صرف وزن سبعہ لو۔ جن میں سونا نہ ہو، ٹکسال اور چاندی پگھلانے والوں سے ٹیکس، نوروز اور مہرجان کے ہدیے، عرائض نویسی اور فتوح کا ٹیکس، گھروں کا ٹیکس، اور نکاح کرنے کا ٹیکس نہ لو اور جو ذمی مسلمان ہو جائیں، ان پر خراج نہیں ہے۔"[3]

مزید تفصیل کے لئے معروف سیرت نگار ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی کی سیرت عمر بن عبد العزیز دیکھیں۔

---

۱ سیرت عمر بن عبد العزیز: ص ۱۲۰

۲ طبقات ابن سعد: ص ۲۷۹

۳ کتاب الخراج: ص ۴۹

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المكتبة الرحمانية

اساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز و مرجع

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45ہزار علمی و دینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
- پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

سہولیات

- ...لہ اُردو عربی تفاسیر اور علومِ قرآن کی تمام کتب
- ...یث نبوی، شروحِ حدیث اور علوم قرآن کے بیشتر مراجع
- ...ہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا ...ستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اَسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اوقات: صبح 09:00 بجے تا شام 05:00 بجے (چھٹی بروز جمعہ)

ایئر کنڈیشنڈ ہال

مقام: ادارہ 'محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور 042-35866396 لائبریرین: محمد اصغر 0305-4600861

Designing: AK 0321-4966404

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 49 No. 2
Monthly MUHADDIS Lahore
35866476
35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں مخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

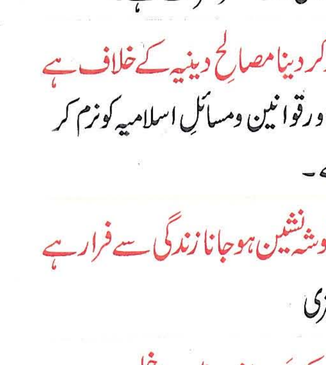

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۶۰ روپے
- زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے

Designing: AK 0321-4966404

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700